زیرسرپرستی

عبدالستار رحمہ اللہ

پیش نظر

فہم وفکر

اسلام سے ہی ہے استحکام پاکستان	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ	06
آئینۂ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار رحمہ اللہ	08

مضامین

تقویٰ...دل کی عمل	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	10
سود... معیشت کے لیے خطرے کی گھنٹی	نعیم اللہ ہشام	12
سوچ کی تبدیلی	محمد سجاد	14
اسلام اور ذمہ دارانہ روزی	غلام عباس	16
خوشی	طارق محمد قاسمی	18
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	20
اسلام کا نظریہ صحت و مرض	ترتیب واجد رضوان	22
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم نعیم احمد	24
وہ شگفتہ دن	سلمان انیس	26

خواتین اسلام

کرچیں	کائنات عبدالمجیب	28
محبت اور جذباتی نکاح	محمد دانش	30
هن لباس لکم وانتم لباس لهن	ام مصطفیٰ	32
پتھر سے موم	اہلیہ احسن احمد شریف	34

باغیچہ اطفال

ککڑ بابا بڑا	ڈاکٹر الیاس رومی	37
لوٹے رہ پانی پگھلی	اہلیہ محمد فیصل	38
بچوں کے فن پارے	بچے	40

بزم ادب

ساقی نامہ	حفیظ جالندھری	42
اخلاق نبوی ﷺ	جوہر عباد	42
مبارک مشغلہ	محمد اسامہ سرسری	43
گلدستہ	راشد حسین قاسم	44

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین
کراچی

مئی 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	ذیشان محمود
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید عزیز

editor@fahmedeen.org

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے ماہنامہ فہم دین

26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرتعاون

فی شمارہ	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر)	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری)	520 روپے
بیرون ملک سالانہ	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	داسا پرنٹر	دفتر فہم دین

meat one

02

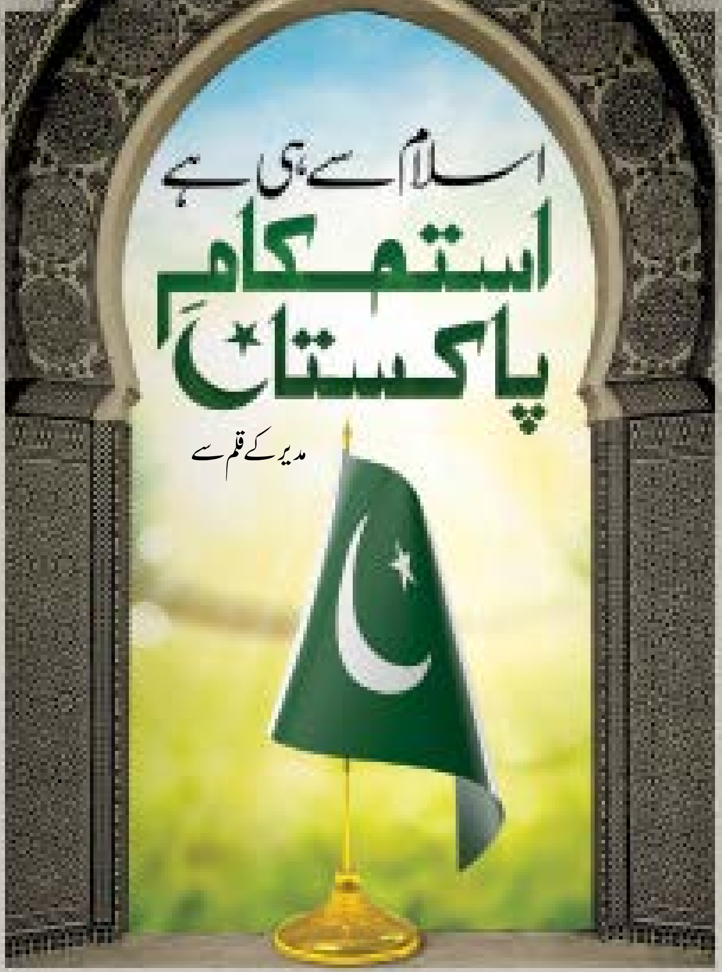

اسلام اور اسلام کے نام پر حاصل ہونے والی مملکتِ خداداد قدرت کا انمول عطیہ ہے، اس وقت تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جو چہار دانگِ عالم میں اس کو مٹانے اور بجھانے کی تمام تر کاوشوں کے باوجود سرعت اور تیزی سے پوری دنیا میں پھیل رہا ہے اور اسلامی ممالک بلکہ دنیا بھر کے تمام ممالک میں پاکستان ہی وہ ملک ہے جو ہر قسم کے قدرتی وسائل سے مالامال ہے، بلاشبہ بہت سارے ممالک ان قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے میں پاکستان سے بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں، کسی کو تیل کی دولت نے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا ہے تو کسی کو کسی اور قدرت کے عطیہ نے، لیکن ہر ملک کے پاس تمام کے تمام انعاماتِ خداوندی نہیں ہیں، کوئی ملک اگر گرم پانی کے چشموں سے محروم ہے تو کسی کے پاس پہاڑوں کی نعمت موجود نہیں ہے، کسی کے پاس جنگلات کی قیمتی دولت نہیں ہے تو کوئی زراعت کی دولت سے محروم ہے، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر کسی ملک کے پاس تمام قدرتی وسائل موجود ہیں اور اس کے لیے ان سے استفادہ کرنا بھی ممکن ہے لیکن اس کے پاس افرادی قوت نہیں ہے، جنہیں دن رات استعمال کرکے وہ ان ذرائع تک پہنچ سکے۔

لیکن جب آپ اس خطہ کا بغور جائزہ لیں جسے دنیا پاکستان کے نام سے جانتی ہے تو قدرت کا عجیب کرشمہ اور انعام ہے کہ جس قسم کی معدنی دولت گنی جاسکتی ہے یا سوچی جاسکتی ہے وہ اس خطے میں پائی جاتی ہے، یہاں پہاڑوں کے طویل سلسلے بھی موجود ہیں، جن میں بے آب و گیاہ چٹیل پہاڑ بھی ہیں، اور مری کے سرسبز و شاداب پہاڑ بھی ہیں اور برف پوش چوٹیاں بھی ہیں، یہاں جنگلات کی بھی کمی نہیں ہے، جہاں جنگلی حیات پائی جاتی ہے، ہر قسم کی لکڑی اور کوئلہ وافر مقدار میں مہیا ہو جاتا ہے اور موسم پر بھی یہ جنگلات بہت اثرانداز ہوتے ہیں۔ یہاں ساحلِ سمندر کی بھی ایک لمبی پٹی دور تک سرحد کے ساتھ ساتھ چلی جاتی ہے، جس سے عالمی تجارت میں بہت معاونت ملتی ہے، اور یہ سمندر بھی گرم پانی کے ہیں جہاں سے سدابہار پورا سال بغیر کسی رکاوٹ سے امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کیا جاسکتا ہے، اسی طرح دریاؤں اور نہروں کا ایسا بہترین نظام ہے جو دنیا کے کسی ملک میں نہیں پایا جاتا اور پانی اتنی وافر مقدار میں ہے کہ نہروں اور دریاؤں سے چھلک چھلک کر باہر آرہا ہے، اگر اسے محفوظ کرنے کا انتظام ہو جائے تو پاکستان کا چپہ چپہ پر لہلہاتی فصلیں نظر آنے لگیں۔ قدرت کا ایک انمول تحفہ یہ ہے کہ پاکستان میں ایک سال میں چاروں موسم آتے ہیں، جس کی وجہ سے اس سرزمین پر ہر موسم کا اور ہر طرح کا پھل پایا جاتا ہے اور ایسے لذیذ کہ پوری دنیا کے پھلوں میں ایسا ذائقہ اور لذت نہیں پائی جاتی حتیٰ کہ یہاں کے پھلوں کی ڈیمانڈ پوری دنیا میں ہے اور بہت مہنگے داموں فروخت ہوتے ہیں۔

اسلام کا معاملہ دیکھیں تو تقریباً تمام اسلامی ریاستوں میں وہ حکومت کا باج گزار بنا ہوا ہے، نہ مدارس میں اسلام کی روح باقی ہے، نہ مساجد میں جانے کی ہر جگہ ہر ایک کو اجازت ہے، نہ شعائرِ اسلام محفوظ ہیں، منبر و محراب بھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور دینی شغف رکھنے والے حلقۂ احباب کی زبانوں پر بھی تالے لگے ہوئے ہیں، ملوکیت کے اس دور میں پاکستان اسلام کا وہ ٹمٹماتا چراغ ہے جہاں ہر گلی اور ہر محلے میں صحیح دین سیکھنے کے مراکز ملتے ہیں، جہاں مسجد و منبر سے صدائے حق بغیر کسی روک ٹوک کے ہوتی ہے، بچپن میں نورانی قاعدہ پڑھانے سے لے کر زندگی کے آخری مراحل تک دین سیکھنے کے مکمل مواقع موجود ہیں، اسی لیے پوری دنیا سے لوگ دین سیکھنے کے لیے پاکستان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ہمیں اللہ کی عطا کردہ ان نعمتوں (قدرتی، افرادی اور روحانی وسائل) کی قدر کرنی چاہیے، یہ پاکستان بھی نعمتِ خداوندی ہے اور اس کے رگ و پے میں اسلام کا موجود ہونا اس سے بھی بڑی اللہ کی نعمت ہے، یہی پاکستان کی صحیح شناخت ہے، اور اسی سے دُنیا پاکستان کو پہچانتی ہے۔ ہم یہ تو دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا میں پاکستان کی دہشت گردی کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے، لیکن تصویر کا دوسرا رُخ کیا ہمیں یہ سوچنے کی دعوت نہیں دیتا کہ عین ممکن ہے کہ یہ اغیار کا ایک سوچا سمجھا پروپیگنڈا اور مرتب کردہ سازش ہو، کیوں کہ تصویر کا دوسرا رُخ یہ بتاتا ہے کہ دعوت و تبلیغ کا میدان ہو یا مدارسِ دینیہ کا۔ دنیا بھر کے مسلمان اور امتِ مسلمہ دین سیکھنے کے لیے پاکستان کا ہی رُخ کرتے ہیں۔

سامعینِ گرامی! اسلام کے بارے میں اتنی بات تو دنیا کے شاطر پہلے ہی سمجھ چکے ہیں کہ ”آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا“، مگر اب یہ حقیقت بھی اُن پر آشکارا ہو چکی ہے کہ پاکستان اور اسلام کا چولی دامن کا ساتھ ہے، چناں چہ اب وہ اسلام کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بھی غیر مستحکم کرنے کی کوششیں عرصہ دراز سے کرتا چلا آرہا ہے، لیکن ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے، میڈیا کی یلغار اور دشمن کے ہتھ کنڈوں سے متاثر ہو کر ہمیں پاکستان کا استحکام اسلام سے دوری اور سیکولرزم میں نظر نہیں آنا چاہیے، اسلام سے دور ہو کر نہ صرف یہ کہ ہم اپنی شناخت کھو بیٹھیں گے، بل کہ ہمارے لیے اپنا ملک بچانا بھی مشکل ہو جائے گا۔ ہمیں اس بات کو ہر وقت ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ پاکستان کا مطالبہ بھی لا الہ الا اللّٰہ کے نام پر کیا گیا تھا، پاکستان بنا بھی لا الہ الا اللّٰہ کے نام پر ہی تھا اور اب اس کی بقا اور استحکام بھی اسی لا الہ الا اللّٰہ کے ساتھ ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ان دونوں سہاروں اسلام اور پاکستان سے والہانہ محبت عطا فرمائے اور دشمنوں کے سازشوں سے انہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ
يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى
الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ 259

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

ترجمہ: یا (تم نے) اس جیسے شخص (کے واقعے) پر (غور کیا) جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گزر ہوا جب وہ چھتوں کے بل گری پڑی تھی؟ اس نے کہا کہ ”اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟“ پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال تک کے لیے موت دی اور اس کے بعد زندہ کر دیا۔ (اور پھر) پوچھا کہ تم کتنے عرصے تک (اس حالت میں) رہے ہو؟ اس نے کہا: ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ! ”اللہ نے کہا: ”نہیں! بل کہ تم سو سال اسی طرح رہے ہو۔ اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ ذرا نہیں سڑیں اور (دوسری طرف) اپنے گدھے کو دیکھو (کہ گل سڑ کر اس کا کیا حال ہو گیا ہے) اور یہ ہم نے اس لیے کیا تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کا) ایک نشان بنا دیں اور (اب اپنے گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھاتے ہیں، پھر ان کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں!“ چناں چہ جب حقیقت کھل کر ان کے سامنے آگئی تو وہ بول اٹھا کہ ”مجھے یقین ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا واقعہ ذکر فرمایا ہے جس میں اس نے اپنے ایک خاص بندے کو اس دنیا ہی میں مردوں کو زندہ کرنے کا مشاہدہ کرایا۔ یہ ایک ایسی بستی کا ذکر ہے جو مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی، اس کے تمام باشندے مر کھپ چکے تھے اور مکانات چھتوں سمیت گر کر مٹی میں مل گئے تھے۔ ایک صاحب کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے دل میں سوچا کہ اللہ تعالیٰ اس ساری بستی کو کس طرح زندہ کرے گا۔ بظاہر اس سوچ کا منشا خدانخواستہ کوئی شک کرنا نہیں تھا، بل کہ حیرت کا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کا مشاہدہ اس طرح کرایا جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ یہ صاحب کون تھے؟ اور یہ بستی کون سی تھی؟ یہ بات قرآن کریم نے نہیں بتائی اور کوئی مستند روایت بھی ایسی نہیں جس کے ذریعے یقینی طور پر ان باتوں کا تعین کیا جاسکے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ بستی بیت المقدس تھی اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب بخت نصر نے اس پر حملہ کر کے اسے تباہ کر ڈالا تھا اور یہ صاحب حضرت عزیر یا حضرت ارمیا علیہما السلام تھے۔ لیکن نہ یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے، نہ اس کھوج میں پڑنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم کا مقصد اس کے بغیر بھی واضح ہے۔ البتہ یہ بات تقریباً یقینی معلوم ہوتی ہے کہ یہ صاحب کوئی نبی تھے، کیوں کہ اول تو اس آیت میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوئے، نیز اس طرح کے واقعات انبیا کرام ہی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

لغتِ قرآنی

قَرْيَةٍ: بستی	خَاوِيَةٌ: گری پڑی	عُرُوشِهَا: اس کی چھت	لَمْ يَتَسَنَّهْ: وہ ذرا نہیں سڑیں
اُنْظُرْ: آپ دیکھیں	اٰيَةً: نشانی	تَبَيَّنَ: حقیقت کھل کر	نَكْسُوْا: ہم لباس پہناتے ہیں
	اَلْعِظَامِ: ہڈیاں		نُنْشِزُ: ہم اٹھاتے ہیں

آیت کا ہم سے مطالبہ

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو سوچنے، پھر اس پر مکمل یقین کرنے اور آخرت میں اس کے سامنے کھڑے ہونے اور جواب دہی کے احساس کو بیدار کر کے اس کے تمام احکامات کو بجالانے کا مطالبہ کرتی ہے۔

قرآن مجید کے صفاتی نام

- الفرقان
- ذکر
- نور
- لاریب

فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ اَبَداً

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حرص و بخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے (یعنی بخیلی اور کنجوسی اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں)“۔ (سنن نسائی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت اور بخل کی عادت میں ایسی منافات ہے کہ جس دل کو حقیقی ایمان نصیب ہو گا اس میں بخل نہیں آسکتا اور جس میں بخل دیکھا جائے تو سمجھ لیا جائے کہ اس میں ایمان کا نور نہیں ہے۔ ذرا سا غور کرنے سے سب کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر کامل ایمان و یقین کے بعد دل میں بخل اور کنجوسی جیسی کسی خصلت کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں رہ سکتی۔

حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا نام احمد بن شعیب ہے۔ آپؒ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپؒ کا تعلق خراسان کے شہر ”نساء“ سے ہے۔ 15 سال کی عمر تک اپنے شہر میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپؒ محدّث قتیبہ بن سعیدؒ کے پاس آئے۔ حصولِ تعلیم کے لیے آپؒ نے کئی ممالک کے سفر کیے۔ آپؒ کے اساتذہ میں اسحاق بن راہویہؒ اور علی بن حجرؒ جیسے محدّث شامل ہیں۔ علمی کاموں میں انہماک کے ساتھ ساتھ آپؒ دن رات عبادت میں بھی مصروف رہتے تھے۔ مصر میں آپؒ کی حیثیت ایک ایسے نابغۂ روزگار کی تھی جس کا ہم پلہ کوئی دوسرا عالم نہیں تھا۔ امام نسائیؒ نے ”سنن نسائی“ کی تالیف کی اور اس کے علاوہ سنن کبریٰ اور سنن صغریٰ کے نام سے بھی کتب تصنیف کیں۔ 303ھ مکہ معظّمہ میں 88 سال کی عمر میں آپؒ کا انتقال ہوا اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔

کتنا خوش قسمت ہے

وہ انسان جو ایک ماہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو یاد کر لے اور حدیث کی یہ قیمتی دولت اپنے ساتھ قبر کا نور بنا کر لے جائے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَہٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِہٖ

جس نے کسی بھلائی کے کام کی طرف رہنمائی کی اس کے لیے بھی کام کرنے والے کی طرح اجر ہے۔ (مسلم)

توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

- بخدا میں ایک دن میں ستر سے زیادہ بار اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)
- اللہ اپنے بندے کی توبہ سے بے حد خوش ہوتے ہیں۔ (مسلم)
- اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ نزع طاری ہونے سے پہلے قبول کرتے ہے۔ (ترمذی)

لغات احادیث

لَا یَجْتَمِعُ: جمع نہیں ہو سکتے	اَبَداً: ہمیشہ
اَلشُّحَّ: حرص و بخل	قَلْب: دل

نیت کی اقسام

- نیت کے ذریعے عبادت کو عادت سے جدا کرنا۔
- نیت کے ذریعہ سے ایک عبادت کو دوسری عبادت سے جدا کرنا۔
- نیت کے ذریعہ ایک معبود کی عبادت سے دوسرے معبود کی عبادت کو جدا کرنا۔

Jazaa Foods

07

استقامت کی برکت

حضرت مولانا عبد الستار حَفِظَہُ اللہ

دین کے لیے قربانیاں

اللہ کا دین اللہ کے خزانوں کی بہت قیمتی دولت ہے۔ آج دنیا میں جتنی بھی قیمتی شکلیں انسان کی نظروں میں ہیں' ان کے لیے کچھ قربان کرنا تو اس کی سمجھ میں بھی آتا ہے اور اس کے لیے قربانی دینے کا رواج بھی ہے۔ عزت کی خاطر' زمین کی خاطر' کارخانے کی خاطر' فیکٹری کی خاطر یہ قربانی دیتا ہے۔ جب مسلمانوں کے ہاں اللہ کے دین کی قدر و قیمت تھی تو اس وقت یہ اس دین کے لیے بھی قربانیاں دیا کرتا تھا۔

بیٹے کی شہادت اور ماں کی استقامت

حضرت امّ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کو بھیجا کہ مسیلمہ کذاب مرتد ہو گیا ہے' اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے' جاؤ اسے کہو کہ وہ توبہ کر لے۔ حضرت خبیبؓ تشریف لے گئے تو مسیلمہ کہنے لگا: تو توبہ کر لے۔ پھر کہنے لگا: ''اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہ'' کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپؓ نے فرمایا: نہیں۔ کہنے لگا: ''اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ'' کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ کہنے لگے: ہاں! میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ تو مسیلمہ کہنے لگا کہ توبہ کر اور میری نبوت کی گواہی دے۔ حضرت خبیبؓ نے انکار کیا تو اس نے ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اب گواہی دے میری نبوت کی تو آپؓ نے پھر انکار کیا تو اس نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ اس نے کہا: اب گواہی دے۔ آپؓ نے پھر انکار کیا تو اس نے پاؤں کاٹ دیا۔ اس نے پھر کہا کہ اب میری نبوت کی گواہی دے؟ آپؓ نے پھر انکار کیا تو اس نے دوسرا پاؤں بھی کاٹ دیا اور کہا کہ اب میری نبوت کی گواہی دے؟ آپؓ نے پھر انکار کیا تو اس نے خنجر اٹھایا اور جیتے جی آپؓ کے جسم سے کھال اتارنی شروع کر دی' آپؓ کی جان نکل گئی' آپؓ کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے لیکن آپؓ نے ختمِ نبوت کا عقیدہ نہیں چھوڑا' ایمان' اللہ کا دین نہیں چھوڑا۔ یہ تو نوجوان تھا لیکن ماں اس سے بڑھ کر۔ کیا گزری ہو گی اس ماں پر جب اسے بتایا گیا کہ ایک ہاتھ دوسرا ہاتھ' ایک پاؤں دوسرا پاؤں اور جیتے جی جسم کی جلد اتار دی گئی تو فرمانے لگیں: میں نے اسی دن کے لیے تو دودھ پلایا تھا۔ کتنی عظیم عورت ہے!! کتنا بلند ہے اولاد کی زندگی اور تربیت کا مقصد۔

حضرت حمزہؓ کی المناک شہادت

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جب اُحد میں شہید ہوئے تو آپؓ کی آنکھیں بھی نکال دی گئیں' کان بھی کاٹ دیے گئے' ناک بھی کاٹ دیا گیا' کلیجہ سینے سے نکالا اور اس کو چبایا گیا اور پھر ان سب کو دھاگے میں پرو دیا گیا' ہندہ نے اسے اپنے گلے میں ڈالا' کیا حال ہو گا لاش کا!! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری پھوپھی حضرت حمزہؓ کی بہن' اسے نہ آنے دینا بھائی کا یہ حال دیکھے گی تو اس سے برداشت نہ ہو گا۔ روکنے والوں نے روکا تو کہنے لگیں: مجھے کیوں روک رہے ہو؟ کہا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ ان کے غم و دکھ برداشت نہ کر سکیں گی۔ کہنے لگیں: میں رونے نہیں جا رہی میں تو اپنے بھائی کو مبارک باد دینے جا رہی ہوں۔ اللہ کے دین کی جب عظمت ہے' اس کی قدر و قیمت ہے تو پھر جان چلی جائے اور ایمان بچ جائے تو سودا مہنگا نہیں سستا ہے۔ ''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا'' اپنے مولا کو جب رب مان لیا پھر اس پہ ڈٹ گئے' پھر دنیا کا بڑے سے بڑا مفاد اور دنیا کا بڑے سے بڑا خطرہ اور دنیا کی بڑی سے بڑی آزمائش اس کے پاؤں میں لرزہ نہ پیدا کر سکے گی۔ کیا ایمان کی قیمت ادا کی ہے' سبحان اللہ!

آج کل دین کی ناقدری عام ہے

کسی چیز کے چند روپے ادا کریں تو اس چیز کے گم ہو جانے پر بڑا افسوس ہوتا ہے۔ آج اللہ کے دین پہ کچھ لگا نہیں' اس لیے سارا دین میرے گھر سے نکل جائے تو نہ کان پہ جوں رینگتی ہے نہ ماتھے پہ بل آتا ہے۔ اتنا قیمتی دین ہے' میرا بیٹا چھوڑ دے' میری بیٹی چھوڑ دے' کوئی پروا نہیں۔ سبھی نے اسے پھینک ڈالا ہے' مجال ہے کہ پیشانی پہ بل آئے' کوئی دکھ ہو' کوئی آہ نکلے' کوئی تکلیف ہو۔

صحابہؓ کی ایمانی کیفیت اور ہماری زندگی

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ روم میں جب گرفتار ہوئے تو اس رومی بادشاہ کو جب پتا چلا کہ ایک شخص ایسا ہے جسے مسلمان صحابی کہتے ہیں' جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ اس کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح اسے اسلام سے دست بردار کروا دیا جائے تو پروپیگنڈے کی زبردست چیز ہاتھ آئے گی کہ دیکھو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور پھر بھی اسلام چھوڑ بیٹھا ہے۔ لالچ دیا' اس کو مفادات دکھائے' عہدہ' منصب' اقتدار' اپنی بچی سے شادی اور نا جانے کیا کچھ' جب ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے لیے کشش کا سبب نہ بنی تو اس نے کہا: پہلے ایسا کرو اسے سولی پہ لٹکا دو اور اسے مارنا نہیں بل کہ تیر دائیں سے' بائیں سے' اوپر سے' نیچے سے پھینکتے رہو اور اسے ڈراؤ' دھمکاؤ شاید یہ اسلام سے دست بردار ہو جائے۔ اس کے جو ساتھی ہیں انھیں اس کے سامنے جلتے تیل کی کڑاہی میں ڈالو۔ شاید یہ خوف زدہ ہو جائے' اسلام سے پھر جائے۔ ان کی باری آئی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ یہ تدبیر' یہ حربہ کام یاب ہوا۔ اس نے کہا: میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا یہ عہدہ' یہ منصب یہ ساری دولت تمھارے لیے ہے۔ اب کیوں روتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ فرمانے لگے کہ میں اس لیے نہیں رو رہا کہ مجھے جلتے تیل میں ڈالا جائے گا بل کہ میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ یہ تو ایک جان ہے ختم ہو جائے گی' کاش! میرے جسم پر جتنے بال ہیں اتنی جانیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے اللہ کے دین کے لیے ختم ہو جاتیں۔

فتنوں کے زمانے میں استقامت کی برکتیں

آج کے دور میں جتنے اس ایمان کے لیے خطرات زیادہ ہیں' اتنی اللہ کی طرف سے نوازشیں بھی زیادہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ''مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ'' فرمایا: اس گھڑی' اس سوسائٹی میں میری سنت کو زندہ کرے گا' جب امت میں فساد پھیل چکا ہو گا تو اسے ایک سنت کا ثواب سو شہیدوں کے برابر ملے گا۔ جب آزمائش ایمان کے لیے' جب خطرات اسلام کے لیے زیادہ' جب اس کے راستے میں رکاوٹیں بہت تو اللہ کی طرف سے انعام بھی بہت' عطا بھی بہت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ''ایک دن ایسا آئے گا کہ دین اسلام کی زندگی اپنانا' ایسی مشکل زندگی لگنے لگے گی جیسے ہاتھ میں انگارہ رکھنا۔'' اور ایسا بھی وقت آئے گا کہ ایمان رکھنے والے کا دل اندر سے ایسا پگھلے گا جیسے برف پانی میں پگھلتی ہے۔ فرمایا: یارسول اللہ (ﷺ)! یہ کب ہو گا۔ فرمایا: جب یہ اپنے سامنے اللہ کی نافرمانی دیکھے گا اور اس کا بس نہ چلے گا' اللہ کا حکم ٹوٹتے دیکھے گا نہ ہاتھ کا بس چلے گا نہ زبان سے بولنے کا بس چلے گا' اندر سے ٹوٹتا رہے گا کہ کیا کروں۔ ایسا شر غالب ہو گا کہ بیٹا بھی نہیں سنتا' بیٹی بھی نہیں سنتی' تو ایسے موقع پر کوئی دین اسلام پر استقامت کا مظاہرہ کرے تو پھر سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

علما نے لکھا کہ وجہ یہ بھی ہے کہ اس شہید کو زخم لگے' تیر لگے تو اُسے بھی زبان کے تیر لگیں گے' اسے بھی لوگ زبان سے طعنے دیں گے' طنز کریں گے' تنقید کریں گے نہ جانے کس کس انداز سے اسے رسوا کرنے اور شرمندہ کرنے کی کوششیں ہوں گی۔

لیکن یہ ہمت کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنا رہا ہے۔ اس نے کسی کی پرواہ نہیں کی اور جو استقامت کے ساتھ کھڑا ہو گیا تو اللہ کیا انعام دے گا ''تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ'' اللہ کے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس کو خوف اور غم سے محفوظ کر دیتے ہیں۔ یہ انعام صرف دنیا کا نہیں بل کہ جب دنیا سے جانے لگے گا تو جو چھوڑا ہے اس پہ غم کوئی نہیں اور جو آگے گھاٹیاں آنے والی ہیں اس پر خوف کوئی نہیں۔ اللہ کے فرشتے اس کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں' اطمینان دلا رہے ہیں' نہیں ہے ڈرنے کی ضرورت' نہیں ہے غم کھانے کی ضرورت۔ ''نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ'' آگے تو کچھ اور ہی اعزاز کی شان ہے' تم اللہ کے مہمان بننے جا رہے ہو اور اللہ آج تمھارا میزبان ہے۔ پھر اس کی میزبانی اس کی شایان شان ہے۔

میرے عزیزو! چھوٹی سی زندگی ہے' گنے چنے زندگی کے لمحات ہیں۔ ہمت سے کام لیجیے' استقامت کا مظاہرہ کیجیے تو پھر مولا تو مولا ہے اپنی شایان شان نوازیں گے۔ اللہ ہمیں بھی استقامت کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین!

رہنمائے زندگی

- کہنے کو تو بہت کچھ ہمارے گھروں میں آگیا' مگر دین جو خوبصورت کردار اور اخلاق دیا کرتا تھا' اس سے محروم ہو گئے۔
- میرا ہر قدم دوسروں کے لیے راحت کا باعث بنے۔ یہ تو اسلام کی روح ہے۔
- گناہوں کے ساتھ مال کی کثرت تو ہو سکتی ہے' مگر برکت بالکل نہیں ہو سکتی۔
- دنیا میں سب سے بڑی نحوست اللہ کی نافرمانی ہے۔
- یہ برکت ایسی چیز ہے جو الفاظ سے سمجھ نہیں آسکتی' یہ برکت والوں کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے سمجھ میں آتی ہے۔ کتنی آمدنی ہے آج! لیکن نحوست دیکھیے گناہوں کی' ساری آمدنی چلی جاتی ہے۔
- برکت کا سب سے بڑا ذریعہ گناہوں سے پرہیز ہے۔ آج غریب کی جھونپڑی سے بھی برکت اُٹھ گئی اور امیر کی کوٹھی سے بھی۔
- دین کے دو تقاضے ہیں' انفرادی زندگی کو بھی دین میں ڈھالو اور اجتماعی زندگی کو بھی۔

تقویٰ
دِل کی خلش

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

جب اللہ عزّوجلّ "یٰاَیُّھَا النَّاسُ" سے خطاب کرتے ہیں تو اس میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہوتے ہیں اور جب اہلِ ایمان کو خطاب فرماتے ہیں تو "یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا" کہتے ہیں اور مسلمانوں سے خطاب میں اس رشتے کا حوالہ دے کر خطاب کرتے ہیں جو بندوں کو ان کے ساتھ ہے تو یہ بڑا پیار بھرا اندازِ خطاب ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو بات آگے کہی جا رہی ہے وہ بڑی شفقت' محبت اور پیار کے ساتھ کہی جارہی ہے' تو اس خطاب کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: "اِتَّقُوا اللّٰہَ" کہ تقوی اختیار کرو' اللہ سے ڈرو۔

ہماری مشکل یہ ہے کہ اُردو میں جب ہم عربی زبان کا ترجمہ کرتے ہیں تو اردو زبان بے چاری تنگ دامن زبان ہے' اس لیے "تقوی" کے لیے ہمیں اردو میں ایک ہی لفظ "ڈرنا" ملتا ہے' چناں چہ پھر خشیت کا ترجمہ بھی ڈر اور خوف کا ترجمہ بھی ڈر اور تقوی کا ترجمہ بھی ڈر اور رہبت کا ترجمہ بھی ڈر' اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی لفظ ہے ہی نہیں' لیکن عربی زبان میں ان تمام الفاظ کی الگ الگ شیڈز اور مطلب ہیں۔

"تقویٰ" در حقیقت اس ڈر کو کہا جاتا ہے جو کسی کے رُعب کے ساتھ ساتھ اس کے عظمت وجلال کا تصوّر کر کے ہو۔ دیکھیے! ایک ڈر وہ ہے جو سانپ بچھّو سے ہوتا ہے' درندوں سے ہوتا ہے' وہ اور قسم کا ڈر اور خوف ہے' لیکن "تقویٰ" جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ڈر ہے وہ اللہ کی عظمت وجلال کا تصور کر کے انسان پر جو رعب طاری ہوتا ہے' اس کا نام ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیجیے کہ ایک بیٹا بعض اوقات باپ سے ڈرتا ہے' شاگرد استاذ سے ڈرتا ہے' لیکن اس وجہ سے نہیں کہ وہ اسے مارے گا' بل کہ اس وجہ سے کہ اس کی عظمت دل میں ایسی بیٹھی ہوئی ہے کہ کہیں کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جو اس کے دل کے لیے کدورت کا سبب بنے' یہ ہے وہ رُعب اور ڈر جو جلال کے تصور سے پیدا ہوتا ہے' اس کو تقوی کہتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قُدِّسَ اللہ تعالیٰ سِرّہٗ (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) نے ساری زندگی مجھے کبھی مارا نہیں' میں نے ان کا صرف ایک طمانچہ کھایا تھا' انہوں نے بھی صرف ایک طمانچہ مارا تھا بس پھر کبھی نہیں مارا' لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب وہ کمرے میں بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور میں ان کے کمرے کے پاس سے گزرتا تو قدم ٹھٹک جاتے تھے اور دل پر ایک رعب طاری ہو جاتا تھا۔ یہ رُعب کس بات کا تھا؟ کیا اس کا کہ پٹائی ہو جائے گی؟ رُعب اس بات کا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کام ان کی مرَضی کے خلاف ہو جائے جس سے ان کی طبیعت پر بوجھ ہو۔ یہ ہے وہ رعب اور یہ ہے وہ ڈر جو عظمت اور جلال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے بندے کو جو ڈر مطلوب ہے' وہ یہی ڈر ہے جو اللہ کی عظمت کو مدِّ نظر رکھ کر' اس کے جلال کو مدِّ نظر رکھ کر' اس کی عظمتِ شان اور کبریائی کو مدّ نظر رکھ کر انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ ہے تقویٰ۔

بس تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ دل میں یہ خلش پیدا ہو جائے کہ میرا کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہو رہا ہے؟ اسی ڈر اور خوف کا نام تقویٰ ہے اور تقویٰ در حقیقت وہ چیز ہے کہ یہ جب دل میں پیدا ہو گئی' اللہ عزّوجلّ کا رعب دل میں سما گیا اور اللہ عزّوجلّ کو ناراض کرنے والی باتوں سے دل میں ایک خوف پیدا ہو گیا تو یہ وہ چیز ہے جو انسان کو گناہوں' ناانصافیوں اور ظلم سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسے سمجھنے اور اسے اپنے اندر پیدا کرنے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Shangrilla
11

سود

کلیم اللہ ہشام

معیشت کے لیے خطرے کی گھنٹی

سودی نظام... سرمائے کی فوقیت کا اعلان

سودی نظام کا عملی اطلاق دراصل انسانیت پر سرمائے کی فوقیت کو تسلیم کرنے کا اعلان ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نئی تہذیب میں شرافت، ہمدردی، رزق حلال اور انسان کی قیمت گرتی جا رہی ہے اور لالچ، حرص، لوٹ کھسوٹ، اور فراڈ سب سے موثر اور توانا جذبے بنتے جا رہے ہیں۔ بعض اوقات سودی قرض لینے والے کی تمام کمائی، وسائل، گھر پر قبضہ کر لیا جاتا ہے، صورت حال اس سنگینی کو پہنچ جاتی ہے کہ انسان خود کشی پر اور اپنے بھوک سے بلبلاتے بچوں کو اپنے ہاتھوں قتل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، لیکن خواہ کوئی ضرورت مند بیماری، بھوک افلاس سے کراہ رہا ہو یا بے روزگار اپنی زندگی سے بیزار ہو، سود خور کی سنگدلی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اسے صرف اپنے نفع سے غرض ہوتی ہے۔

سودی قرضہ... ایک بڑا کاروباری خطرہ

سودی قرضہ نقصان کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا کا کوئی کاروبار ایسا نہیں جس میں خطرات نہ ہوں، لیکن کسی کاروبار کے لیے سودی قرضہ لینا بذاتِ خود ایک بہت بڑا کاروباری خطرہ ہے کہ جس میں ایک مقررہ شرح پر سود ادا کرنا پڑتا ہے، خواہ کاروبار میں منافع ہو یا نہ ہو۔

سود... بے روز گاری کی جڑ

سود کے خاتمے کے بغیر بے روزگاری کا خاتمہ ممکن نہیں۔ سود کی وجہ سے پیش آنے والے خطرات کی پیش بندی کے لیے کم سے کم افرادی قوت کو زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس سے بے روزگاری جنم لیتی ہے۔ بے روزگار لوگ جو روزگار کے آرزومند ہوتے ہیں انہیں روزی نہیں مل سکتی ان میں ہر اک میں کاروبار کی اہلیت نہیں ہوتی یا چھوٹے کاروبار میں سود کے بوجھ کو اٹھانے کی قوت نہیں ہوتی۔ پھر چھوٹے کاروبار کے لیے سرمایہ دار بھی قرض نہیں دیتا۔

سود... کچھ لوگوں کی خوش حالی مگر اکثریت کی بد حالی

معیشت کی بہتری کے لیے گردشِ دولت کے عمل کا بہتر ہونا ضروری ہے یعنی مردہ مال کم سے کم ہونا چاہیے اور زندہ مال زیادہ سے زیادہ۔ مگر سود کی وجہ سے دولت چند ہاتھوں میں مقید ہو جاتی ہے۔ سرمایہ دار اپنے ذاتی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے جب چاہتے ہیں سرمایہ مارکیٹ سے نکال لیتے ہیں جس سے گردشِ دولت کا عمل متاثر ہوتا ہے اور معاشی شرح افزائش پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لوگوں کی غالب آمدنی پر ان کا قبضہ ہوتا ہے ملک و قوم کے بیشتر وسائل ان کے استعمال میں ہوتے ہیں۔ قیمتوں کا اتار چڑھاؤ ان ہی کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اکثریت کو خطرات میں ڈال کر ان کو بنیادی ضروریات کی فراہمی تک سے محروم کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ یوں اکثریت کی بد حالی کچھ لوگوں کی خوشحالی کا ذریعہ بنتی ہے۔

سود.. طبقاتی کشمکش کی جڑ

سود کی تباہ کاریوں کی وجہ سے غریب، غریب تر، امیر، امیر تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک طرف دولت کا ورم ہوتا ہے اور دوسری طرف غربت کی لاغری۔ اکثریت غربت کی سطح سے بھی نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اس غیر منصفانہ تقسیم دولت کی وجہ سے طبقاتی تقسیم پیدا ہوتی ہے جو شدت اختیار کر کے ایک طبقاتی کشمکش کو جنم دیتی ہے۔

سود ... امیر و غریب دونوں کے لیے دنیا و آخرت کا خسارہ

دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ایک دو دھاری تلوار کی طرح انسانوں کا استحصال کرتی ہے۔ اس سے انسانوں کی دنیا و آخرت دونوں ہی برباد ہو جاتی ہیں۔ سرمایہ داروں کا طبقہ حرام مال پر عیش تو کرتا ہے لیکن روحانی سکون سے محروم ہو جاتا ہے اور عیش میں خدا کی یاد اور آخرت کی فکر سے غافل رہتا ہے۔ دوسری طرف غریب کو زندگی کی ضروریات کی فکر ہر وقت ستائے رکھتی ہے اور آخرت کی تیاری سے بیگانہ رکھتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ حدیثِ نبوی میں ہے "بیشک قریب ہے کہ فقر، کفر تک لے جائے" کے مصداق انسان کو مایوسی کفر تک لے جاتی ہے۔

سود کی تباہ کاریوں سے بچنے کا ایک ہی حل... سود کا خاتمہ

سرمایہ دارانہ سودی نظام سے متاثر ماہرینِ معاشیات موجودہ معاشی تباہ کاریوں کا علاج اور حل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ سود کی تباہ کاریوں کا خاتمہ سود ختم کیے بغیر ممکن نہیں ان کے تجویز کردہ بے روزگاری کے تمام علاج مہنگائی اور بیروزگاری کو بڑھانے والے ہیں۔ قصور سرمایہ دار کرتا ہے، سزا سب انسانوں کو ملتی ہے۔ سود کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ نوع انسانی پر ظلم ہوتا ہے اسی لیے اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ جو لوگ دنیا میں سود لیتے ہیں وہ درحقیقت انسانیت پر ظلم کر رہے ہیں۔

سود کا خاتمہ... آسمانی برکتوں اور زمینی خوش حالی کا ضامن

اسلام جب کسی شے کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی تمام صورتوں کو حرام قرار دیتا ہے جو مستقبل میں پیش آسکتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں سود کی حرمت کو رائج کرتے ہوئے فرمایا "یہ قانون پوری انسانیت کی تعمیر اور اصلاح و فلاح کے لیے ہے، لہٰذا اس کا اطلاق نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں پر بھی ہوگا "۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے لیکن اس کا آخری انجام قلّت اور کمی ہے"۔ سود کے خاتمے کی وجہ سے زمین اور آسمان سے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ظاہر ہوں گی۔ اگر تسلسل کے ساتھ میڈیا سے سود کی حرمت، سود کی وجہ سے ظاہر ہونے والی تباہیاں اور آخرت میں اس گناہ پر سخت سزا ملنے سے آگاہ کیا جاتا رہے تو لوگ اس گناہ سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ اسی طرح حکومت کی بھی ذمہ داری ہے وہ جلد از جلد ملک کی معیشت کو سود سے پاک کرے اور ملک میں غیر سودی معیشت کا نظام بھی نافذ کرے۔

بقیہ رخ کی تبدیلی

میرے ذمے صرف ان کے خورد و نوش اور بود و باش کی ذمہ داری ہی نہیں ہے، بل کہ میرے کندھوں پر ان کا ایک بڑا حق یہ بھی ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت اس طور پر کرنی ہے، جو انہیں خود غرضی اور خواہشات کی حیوانیت سے اٹھا کر بے لوثی اور ہمدردی کی صفات سے متصف کر دے۔ میرے ذمے ان کو دینی ماحول میسر کرنا ہے تاکہ واقعی وہ کل میرے حقوق کی ادائیگی کو اپنا مقدس فریضہ سمجھیں۔ اب میں اس بات کی کوشش کرتا ہوں کہ معاشرے کے ہر فرد کو اس کا مقام عطا کروں۔ ماتحتوں سے حسن سلوک، ایثار اور ہمدردی کے گیت گاؤں۔ اپنے بڑوں کی ہر بات پر سر خم تسلیم کروں۔ اس ایک جمعہ نے میری سوچ کے رُخ کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ رُخ کی اس تبدیلی نے میری دنیا ہی بدل کر رکھ دی، اب مجھے پتا چل گیا کہ راحت اور خوشیاں مانگنے سے نہیں ملتی، ان کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ میں دوسروں کو راحت اور خوشیوں کا سامان مہیا کرنے لگ جاؤں، اب الحمد للہ! میں ڈپریشن اور احساس کم تری کا شکار نہیں ہوتا، کیوں کہ میں حقوق مانگنے کے رنج و غم سے آزاد ہو کر فرائض ادا کرنے کی خوشی کا مزہ پا چکا ہوں۔

Arabian

15

رُخ کی تبدیلی

محمد سجاد

بسا اوقات گھر میں انسان کو یہ سوچ جکڑ لیتی ہے کہ شاید والدین کی نظرِ کرم میرے اوپر اتنی نہیں ہے' جتنی اور بہن بھائیوں پر ہے۔ بڑے بہن بھائیوں کی محبتوں کے ہار بھی میرے بجائے دوسرں کے گلوں کی زینت بن رہے ہیں۔ حتی کہ چھوٹے بچوں بھی میرے ساتھ وہ رویہ اختیار نہیں کرتے' جو ایک بڑے بھائی کا حق ہوتا ہے۔ اسی طرح گھر کے باہر کی مصروف دنیا میں بھی یہ احساس بار بار دامن گیر ہوتا رہتا ہے کہ میرے ماتحت وفاداری اور اطاعت کے حقیقی جذبے سے عاری ہیں اور افسران کا تو کیا کہیے' وہ تو ویسے ہی کسی کی عزتِ نفس کی لاج نہیں رکھتے۔ کسی کی محنت' جدوجہد اور کمال پر حوصلہ افزائی اور داد پیش نہیں کرتے۔ اسی طرح جن دوست احباب کے لیے تن من سے لبیک کہتا ہوں ان سے بھی خود غرضی کی ہیک آنے لگ جاتی ہے۔ دِل کے داغ اس وقت زیادہ تکلیف دہ بن جاتے ہیں' جب دیکھتا ہوں کہ آس پاس بسنے والے اچھے خاصے دین دار لوگ بھی خود غرضی کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ نجانے کیوں یہ سب لوگ میرے دل سے اٹھنے والی آہ وفُغاں سے بے خبر ہیں۔

خداوند! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیّاری ہے سُلطانی بھی عیّاری

میں اکثر انھی سوچوں میں غرق ہو کر تنہائی اور جدائی کے بیابانوں میں کُڑ رہا ہوتا ہوں۔ کبھی دوسروں سے شِکووں کی لمبی فہرستیں مرتب کرتا ہوں تو کبھی اُن کے بے اعتنائیوں کو سوچ سوچ کر یہ گنگناتا رہتا ہے:

رفیقوں سے رقیب اچھے ہیں جو جل کر نام لیتے ہیں
پھولوں سے خار اچھے ہیں جو دامن تھام لیتے ہیں

لیکن پھر مجھے ایک دِن پتا چلا کہ یہ تو احساس اور شعور کا ایک رخ ہے' جس میں انسان "اپنے سب کچھ ہونے کی" خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو اسی خوش فہمی کی عینک سے دیکھتا ہے' جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ من چاہے مطالبات پورے کروانا وہ اپنا حق سمجھنے لگتا ہے۔

ایک دِن جمعہ کی نماز پڑھنے گیا تو مجھے پتا چلا کہ دنیا کو دیکھنے کا ایک اور رُخ بھی ہے' اسی رُخ کی تبدیلی نے نہ صرف میرے اپنے مجھے واپس کر دیے' بل کہ اب تو مجھے بیگانوں میں بھی خواہ مخواہ اپنائیت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ شاید وہ "خواہ مخواہ کا احساس" ایسے نہیں ہے' بل کہ اس میں میرے سوچوں کے رُخ کی تبدیلی کو بہت دخل ہے۔

اس دِن مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ حقوق کے ساتھ ساتھ میرے کچھ فرائض بھی ہیں' ابھی تک تو میں اپنے نفس کی غلامی میں ہی بھٹک رہا تھا' حقیقت کی سیرابی تو اب ملی ہے' انسانیت کو اس کا حقیقی مقام و مرتبت بخشنے والی عینک تو اب ہاتھ لگی ہے' اس کو پہننے کے بعد میرے ارد گرد کی ساری دنیا ہی بدل گئی۔

اب میں زیادہ تر وقت ان خیالات میں گم رہتا ہوں کہ آخر کب تک میں لالچ' حرص' طمع اور اَنانیت کے بھنور میں سر گرداں رہوں؟ کم ظرفی' حسد' حقارت' نفرت اور عداوت کے کوڑا کَرکٹ میں تلملاتا اور ذھنی گندگیوں میں ناپاک رہوں' اُس دِن پہلی بار میرے دِل نے اس حقیقت کو سوچنا شروع کیا کہ میں کسی جنگل کا حیوان نہیں ہوں' میں تو اشرفُ المخلوقات ہونے کا سِہرا سر پر سجانے کے ساتھ ساتھ اشرفُ الانبیا کے اُمتی ہونے کے تاج سے بھی آراستہ ہوں۔ اس دِن مجھے بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہوا کہ میرا نبی تو وہ ہے جو ہمیشہ اپنے آرام اور راحت کو تج کر کے دوسروں کی دنیا اور آخرت سنوارنے میں مصروف رہے' آپ ﷺ نے ہر آدمی کو اس کی ذات کی بھی پہچان کروائی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بھی درس دیتے رہے۔ ہاں! اس نبی ﷺ کی تعلیمات ہی سے مجھے یہ درس ملتا ہے کہ مجھے ہر وقت اپنے والدین کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہنا چاہیے۔ اپنے بچوں کے حقوق ادا کرنے میں کوشاں رہنا چاہیے۔ (بقیہ ص 13 پر)

اسلام اور ذخیرہ اندوزی

غلام عباس

ذخیرہ اندوزی کیا ہے

بعض کمپنیاں مارکیٹ میں اپنے اسٹاک کی خوب سپلائی کرتی ہیں اور کاروباری حضرات کو خصوصی مراعات دے کر اپنا مال فروخت کرانا چاہتی ہیں' اس طرح کے مواقع سے فائدہ اُٹھاکر بعض کاروباری حضرات اس مال کو خرید لیتے ہیں اور اس وقت کے لیے اس مال کو ذخیرہ کرلیتے ہیں جب مارکیٹ میں اس مال کی سپلائی کم ہوجاتی ہے تو اس وقت یہ حضرات زیادہ قیمت پر مال فروخت کرتے ہیں اور نہایت زیادہ منافع کماتے ہیں۔اس کو ذخیرہ اندوزی کہا جاتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی کی صورتیں

ذخیرہ اندوزی کی کئی صورتیں مارکیٹ میں رائج ہیں' اور ہر ایک کے بارے میں شریعت کے احکام جدا ہیں۔

اپنے کھیتوں کی فصل کی ذخیرہ اندوزی

اگر کوئی شخص اپنی زمین میں اگایا ہوا غلہ ذخیرہ کرلے اور اس کو فروخت نہ کرے تو ایسا کرنا اس وقت جائز ہوگا جب اس ذخیرہ اندوزی کے نتیجے میں میں اشیاء کی گرانی اور قحط کا اندیشہ نہ ہو۔اگر ذخیرہ کرنے سے لوگ تنگی میں مبتلا ہوجائیں تو اس کو اپنی ضرورت سے زائد غلہ کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

خرید کر چیزوں کو اسٹاک کرنا

اگر کوئی شخص غلہ خرید کر اس کو ذخیرہ کرتا ہے' اور اس وقت اس کو بازار میں لاتا ہے جب لوگ قحط اور قلّت کا شکار ہوجائیں تو یہ صورت حرام ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کو ملعون قرار دیا ہے۔حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔

فراوانی میں ذخیرہ اندوزی

اگر بازار میں کسی جنس کی فراوانی ہے اور لوگوں کو کسی طرح کی تنگی اور قلّت کا سامنا نہیں ہے تو ایسی حالت میں ذخیرہ اندوزی جائز ہے' مگر گرانی کے انتظار میں غلے کو روک کر رکھنا کراہت سے خالی نہیں ہوگا۔

کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ کی ذخیرہ اندوزی

اگر انسانوں یا جانوروں کی خوراک کے علاوہ دیگر اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کی جائے تو یہ بھی اس وقت جائز ہوگی جب اس ذخیرہ اندوزی کے نتیجے میں لوگوں کے تنگی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو' لیکن اگر لوگوں کو تنگی لاحق ہوجائے تو یہ صورت بھی ناجائز ہوگی۔ایسی ذخیرہ اندوزی جس سے لوگوں کو تکلیف اور پریشانی ہو' اسلامی نقطہ نظر سے ممنوع ہے۔البتہ اگر لوگوں کو تنگی نہ ہو تو ذخیرہ اندوزی جائز ہے' مگر چونکہ یہ شخص گرانی کا منتظر رہے گا' اس لئے اس کا یہ فعل کراہت سے خالی نہیں ہے۔حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے مسلمانوں کے خلاف غذائی اجناس کی ذخیرہ اندوزی کی تو اللہ تعالیٰ اس پر غربت' افلاس اور جذام کی بیماری مسلط کردیں گے۔(مشکوٰۃ)

مال و دولت کی ذخیرہ اندوزی

لوگوں میں مال و دولت کو جمع کرنے اور اس کی ذخیرہ اندوزی کا رجحان دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔معاشرے میں نچلے طبقے کے افراد غریب سے غریب تر ہوتے جارہے ہیں۔دولت اور اس کو حاصل کرنے کے مواقع صرف چند لوگوں کے ہاتھوں میں ہی مرتکز ہوتے جارہے ہیں' اور لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ اس صورتحال کے تدارک اور اس کے سدباب کی نہ تو کوئی کوشش کررہا ہے اور نہ اس بارے میں سوچنے کی زحمت کررہا ہے۔اور نہ کسی کے پاس اس مشکل صورتحال سے نبرد آزما ہونے کے لیے کوئی مستقل اور واضح لائحہ عمل ہے۔اب ایسے وقت میں جب دنیا کے بیشتر اکانومسٹ اس سلسلے میں کوئی ٹھوس لائحہ عمل اور اس گنجلک صورتحال سے نکلنے کے لیے کوئی طریقہ پیش کرنے سے قاصر ہیں تو اس گھمبیر صورتحال میں ہماری نظریں لامحالہ اسلام پر پڑتی ہیں' جو اپنے آپ میں ایک مکمل نظامِ حیات ہے' جس میں انسانوں کے سارے مسائل کا حل موجود ہے' بشرطیکہ انسان اس سے استفادہ کرنا چاہے۔اللہ تعالیٰ نے صاحب حیثیت لوگوں کے اموال میں ناداروں کے رزق کو واجب کیا ہے: (وَفِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ۔۔الذاریات: 19) تو کوئی بھی شخص دنیا میں اس وقت تک بھوکا نہیں رہے گا' جب تک کہ اہل ثروت اپنے مال میں سے بندوں کے حقوق ادا کرتے رہیں گے اور روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اہل ثروت سے اس بابت بازپرس و مواخذہ کرے گا' جیسا کہ احادیث اس جانب اشارہ کرتی ہیں۔

اسلام میں شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے مال یا سرمایہ اکٹھا کرنا جائز ہے۔امیر ہونا اسلام کی نظر میں برا نہیں ہے' بل کہ دنیاپرستی اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کو اسلام ناپسند کرتا ہے۔مال و ثروت کو ایک دنیاوی سبب کے درجے میں رکھنا چاہیے' جو اخروی سعادت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے' اگر اس نظر سے مال و ثروت کو دیکھا جائے تو حصول مال' طلبِ دنیا کے لیے شمار نہیں ہوگا' بل کہ یہ بھی طلبِ آخرت کا حصہ کہلائے گا' لیکن ہم جس مال کی ذخیرہ اندوزی کا تذکرہ یہاں کررہے ہیں' وہ وہی مال ہے جسے ناحق طریقوں سے حاصل کیا گیا ہے۔دولت کی پیداوار کے مواقع میں اعتدال و توازن اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تقسیم میں بھی اس کا خاص خیال رکھنا اسلام کے معاشی نظام کا اہم امتیاز ہے۔قرآن کریم کا ارشاد ہے: (کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَةًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ۔۔الحشر: ۷) تاکہ وہ (سارا مال) محض دولت مندوں کے ہاتھوں میں ہی گھومتا نہ رہ جائے' بلکہ ضرورت مندوں تک اس کا پہنچنا بھی ضروری ہے چنانچہ اسلام میں مختلف مالی احکام وضع کیے گئے جیسے زکوٰۃ' عشر اور صدقہ وغیرہ تاکہ معاشرہ کی دولت عام لوگوں تک بھی پہنچ سکے اور معشرے کے تمام افراد ایک ہی سطح پر آکر اقتصادی ترقی حاصل کرسکیں اور ان کے درمیان طبقاتی شگاف کو کم سے کم کیا جائے اور غریبوں کا استحصال ختم ہوسکے۔لیکن یہاں پر یہ امر ذہن نشیں رہنا چاہیے کہ اگر کوئی شرعی قوانین کے دائرہ میں رہ کر مالدار ہوتا ہے تو اسلام کی رو سے اس میں کوئی برائی نہیں ہے' اسلام دولت کی عادلانہ تقسیم کے لئے جس طریقہ کار کو پیش کرتا ہے وہ دولت حاصل کرنے والے صاحب صلاحیت افراد کو ان کی راہ میں آگے بڑھنے سے نہیں روکتا بلکہ ان کے لئے کچھ مالی وظائف اور قوانین بھی متعین کرتا ہے۔قرآن کریم جہاں حضرت سلیمان' حضرت داؤد' اور ذوالقرنین علیہم السلام جیسی دولت مند شخصیتوں کا ذکر کرتا ہے جو اہل ایمان تھے' وہیں اس کے مقابل قارون جیسے اہل ثروت کا بھی تذکرہ کرتا ہے' جن پر اللہ کا سخت عذاب نازل ہوا۔ذخیرہ اندوزی اگر انسان کو یادِ خدا سے غافل کردے تو یہ مذموم و بری بات ہے اور اسلام نے ایسے مال کی ذخیرہ اندوزی سے روکا ہے۔

رمضان المبارک اور ذخیرہ اندوزی

رمضان کا بابرکت مہینہ آنے والا ہے' جس کا انتظار ہر مومن کو رہتا ہے کہ رمضان کی بہاروں سے اپنے من کے سُونے آنگن کو سیراب کرسکے' لیکن کچھ عرصے سے ہمارے معاشرے میں اشیا خورد و نوش کی ذخیرہ اندوزی کی صورت میں ایک نئی صورتِ حال وجود میں آئی ہے اور وہ یہ کہ جب بھی ماہِ رمضان آتا ہے تو مارکیٹ اور بازاروں میں غذائی اجناس کی مصنوعی قلّت پیدا کردی کردی جاتی ہے اور اس کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ غریب عوام کو تکلیف میں مبتلا کرکے اشیا کو مہنگے داموں فروخت کیا جاسکے۔یاد رکھیں! گراں فروشی کی غرض سے اشیاء خورد و نوش کی ذخیرہ اندوزی کرکے مخلوق خدا کو تکلیف اور قحط میں مبتلا کرنا شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے' شریعت نے اس کی مذمت بیان کی ہے' ایک حدیث شریف یہ ہے: اَلۡمُحۡتَكِرُ مَلۡعُوۡنٌ (کنزالعمال) کہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔

یہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ ماہ رمضان میں ایسے کام اختیار کیے جائیں' جن سے اللہ رب العزت خوش ہوتے ہوں اور ایسے کاموں سے بچا جائے جو اللہ کی ناراضی کا باعث بنتے ہوں۔ماہِ رمضان میں غذائی اشیا کو سستے داموں مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کرنا باعث ثواب بھی ہے اور حصول برکت کا ذریعہ بھی۔مہنگائی کے اس دور میں غربا اور مساکین کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔اگر ذخیرہ اندوزی کی صورت برقرار رہی تو غریب عوام بیچاری کہاں کا رخ کرے گی؟ لہٰذا تاجروں کو چاہیے کہ کم از کم ماہ رمضان میں دل کھول کر خورد و نوش کی اشیا سستے دامو ں فروخت کریں تاکہ اس مقدس اور مبارک مہینے میں غریب اور مالدار دونوں برابر نیکیاں سمیٹ سکیں اور حکومت کو بھی اس معاملے کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے تاکہ خوفِ خدا سے عاری کوئی بھی آدمی مصنوعی گرانی پیدا کرکے اشیائے خورد و نوش کو عام آدمی کی پہنچ سے دور نہ کرسکے۔

آج میں ایک انجانی خوشی محسوس کر رہا تھا' کیوں کہ میں دل کا بوجھ دوست پر لاد کر ہلکا ہو چکا تھا۔

ہوا یوں کہ میں اور کامران ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ ہم دونوں کی گاڑھی چھنتی تھی۔ دوستی ایسی کہ ہر شخص ہماری مثالیں دیتا' ہم سبق بھی اکٹھے یاد کرتے' کھانا بھی ایک ساتھ ہوتا' سیر و تفریح پر بھی جانا ہو تو ایک ساتھ ہی جاتے۔ غرض یوں ہی ہنسی خوشی زندگی کا پہیہ چلا جا رہا تھا کہ ایک دن نجانے کیا ہوا کہ میرا دوست مجھ سے دور دور ہونے لگا۔ شروع میں تو طبیعت کی خرابی سمجھ کر میں ٹال گیا' لیکن دو تین دن گزر گئے تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ "یار کیا بات ہے آپ کیوں ناراض ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں بس کچھ نہیں!" اتنا کہہ کر وہ زمین کو تکنے لگا۔ میں منتظر تھا کہ شاید آگے بھی کچھ کہے گا' لیکن وہ چُپ ہی رہا۔ میرا پریشان ہونا فطری تھا۔ یوں ہی کئی دن گزر گئے کہ ایک دن ایک نئی بات کا سامنا کرنا پڑا۔

مغرب کے بعد میں پڑھنے کے لیے بیٹھا تو ہماری کلاس کا ایک لڑکا اصغر آ گیا۔ سلام و دعا کے بعد کہنے لگا: "خیر تو ہے آج کل کامران سے دور دور رہتے ہو؟"

مجھے اس کی یہ بات سن کر دکھ تو بہت ہوا' پھر بھی صبر سے کام لیتے ہوئے میں نے کہا: "نہیں یار وہ بھی مصروف ہوتا ہے اور مجھے بھی فُرصت نہیں ملتی' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ایک بات بتاؤں؟" اور وہ اپنا منہ میرے کان کے اتنا قریب لے آیا کہ مجھے پیچھے ہٹنا پڑا۔

میں نے بُرا منہ بناتے ہوئے کہا: "بولو کیا بات ہے۔"

"تم اس کو جتنا شریف اور سادہ سمجھتے ہو' اُتنا وہ ہے نہیں' پتہ ہے تمہارے بارے میں کیا کیا باتیں کرتا ہے؟" وہ کہتا جا رہا تھا اور مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے میرے پاؤں سے کسی نے زمین کھینچ لی ہو' سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مجھ میں ختم ہو چکی تھی۔ "خیال کرنا کہیں وہ تمہیں اور نقصان نہ پہنچا دے؟" اصغر پھر گویا ہوا۔ جانے وہ کب تک بولتا رہا اور میں اپنے خیالوں میں گم صُم بُت بنا اس کے سامنے بیٹھا رہا۔ وہ کب اُٹھ کر گیا مجھے یہ بھی پتہ نہ چلا۔

"بھائی اُٹھ جاؤ! اذان نہیں سُنی؟" یہ ممنون تھا جس کی آواز پر میں چونک پڑا' وقت دیکھا تو مجھے وہاں بیٹھے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔

میں بوجھل قدموں کے ساتھ کھڑا ہوا' جیسے تیسے نماز پڑھی' دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار آنسو چھلک پڑے۔ "اے رحیم اللہ! آپ کو معلوم ہے میں نے کبھی کسی کا بُرا نہیں سوچا' جانے کیا خطا ہو گئی کہ میرا دوست نہ صرف مجھ سے ناراض ہو گیا بل کہ میرے خلاف باتیں بھی پھیلانے لگا۔ اے رحیم اللہ! رحم فرمائیے۔ شکوک و شُبہات دور کر دیجیے۔"

دعا سے فارغ ہوا تو ایک عجیب سا سکون محسوس ہوا۔ جی ہاں! دعاؤں سے سکون ہی تو ملتا ہے۔ کئی دن ایسے ہی گزر گئے' ایک دن عصر کی نماز کے بعد میں سامان لینے بازار جا رہا تھا کہ سامنے سے کامران آتا دکھائی دیا۔ ہم قریب ہوئے تو کامران بولا: "اشرف! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے؟" "ارے کیوں نہیں جب آپ بولو' چلو ادھر پارک میں چل کر بیٹھتے ہیں۔" وہاں جو بات کامران نے کی' اس نے میرے ہوش و حواس اُڑا دیئے۔

مناسب جگہ دیکھ کر بیٹھے تو کچھ دیر تک کامران چُپ چاپ تنکوں کو اُلٹ پُلٹ کرتا رہا' جیسے سوچ رہا ہو کہ بات کہاں سے شروع کی جائے۔ میں مسلسل اس کے چہرے کو تک رہا تھا۔ (بقیہ ص 35 پر)

Nimco

19

مسائل

پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

کھیل کود کے سامان کی خرید وفروخت

سوال : کھیل کود کے سامان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب : کھیل کود کے سامان کی خرید وفروخت کا حکم 'خود کھیل کود کے حکم پر موقوف ہے۔ ایسا کھیل کود جس کی وجہ سے آخرت سے غفلت ہو' یہ شرعاً ناپسندیدہ اور ممنوع ہے' البتہ ایسا کھیل کود جس میں ورزش ہو' یہ صحت اور دینی ودنیاوی امور میں معین و مددگار ہونے کی وجہ سے جائز بلکہ کسی قدر ضروری ہے مگر اس میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے :

- کھیل کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے جس سے گردونواح میں کسی قسم کے جانی یا مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔
- خود کھیلنے والے کو یا اس کے ساتھ شرکاء میں سے کسی کو کسی قسم کے جسمانی یا مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔
- کھیل نمازوں کے اوقات میں نہ ہو' یعنی نماز کے نظام میں کوئی خلل نہ آئے۔
- دورانِ کھیل ستر (ران' گھٹنا وغیرہ) کھلا ہوا نہ ہو۔
- گالم گلوچ نہ ہو۔
- کوئی ایسا مقابلہ نہ ہو کہ ہار جیت کی صورت میں مال دینے کی شرط ہو۔
- کھیل میں ایسا انہماک نہ ہو کہ اس کو مستقل پیشہ کے طور پر اختیار کرلے کہ اس کو پھر کھلاڑی کے نام سے یاد کیا جانے لگے اور پہچانا جانے لگے۔
- اس میں ورزش ہی کا مفہوم غالب ہو' لہو ولعب اور تماشہ کا پہلو غالب نہ ہو۔
- وہ محض وقت گزاری کا مشغلہ نہ ہو' جیسے تاش' لڈو' شطرنج' کیرم بورڈ' ڈبو' اٹھارہ گوٹی' نو گوٹی' اڈہ کھڈہ' چوسر' چوپڑ وغیرہ اور اس جیسے سب کھیل شرعاً ناجائز ہیں۔

اب مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جو کھیل ورزش کے حکم میں داخل ہو کر جائز ہے' اس کے سامان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے' اور جو کھیل شرعی حدود کی خلاف ورزی کی وجہ سے ناجائز ہے' اس کے سامان کی خرید وفروخت بھی گناہ میں تعاون کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ایسے کاروبار سے احتراز لازم ہے۔

اس زمانہ میں مروجہ کھیل : فٹبال' کرکٹ' ہاکی وغیرہ جن کو قومی کھیل سمجھا جاتا ہے' ان میں عموماً شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کی جاتی' ستر ڈھانپنے کا اہتمام نہیں ہوتا' اس میں موسیقی' ڈانس وغیرہ کا بھی اہتمام ہوتا ہے' بعض اوقات اس میں جوا بھی کھیلا جاتا ہے' نمازوں کا اہتمام نہیں ہوتا' اس لیے اس طرح کے کھیل کود میں شرکت کرنا یا ان لوگوں کو سامان تیار کر کے دینا' دونوں ناجائز ہیں۔ ایسے لوگوں کو کھیل کا سامان فروخت کرنا اور اس سے حاصل ہونے والے نفع کا استعمال بھی ناجائز ہے' تاہم مذکورہ کھیل اگر درج بالا برائیوں سے بچتے ہوئے' احکامِ شریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ کھیلے جائیں' تب ان میں شرکت کرنا اور ایسے لوگوں کو کھیل کا سامان فروخت کرنا دونوں جائز ہے۔

کسی دوسرے شخص کا گردہ استعمال کرنا

سوال : میرے فرزند کے دونوں گردے خراب ہوگئے' ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص کا ایک گردہ اسے لگا دیا جائے تو امید ہے کہ افاقہ ہوگا' والدہ گردہ دینے کے لئے تیار ہے' تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب : انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں کہ اس میں آزادانہ تصرف کرسکے' اسی بناء پر اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلاقیمت دے' یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے' اس لئے کہ کوئی شخص اپنی روح کا مالک نہیں کہ اسے ضائع کردے' لہٰذا کسی زندہ یا مردہ انسان کا گردہ آپریشن کے ذریعے نکال کر دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں ہے' حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے واصلہ اور مستوصلہ پر (واصلہ وہ عورت جو دوسرے کے بال عورتوں کے بال میں لگاتی ہے' تاکہ سر کے بال زیادہ لمبے معلوم ہوں' مستوصلہ وہ عورت جو اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگوائے) لہٰذا صورت مسئولہ میں والدہ کے لئے شرعاً جائز نہیں ہے کہ اپنا گردہ بیٹے کے جسم میں لگانے کے لئے دے۔

آج کل کی تحقیق کے اعتبار سے نفع ہوتا ہے تو اس سے انکار نہیں' مگر "اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا" کے اصول پر ناجائز ہی ہوگا' نیز اس طریقے میں انسانیت کی توہین بھی ہے کہ اگر یہ طریقہ چل پڑا تو انسانی اعضاء "بکری کا مال" بن جائیں گے' یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ جس کا گردہ لیا جائے گا اس کی صحت اور زندگی خطرہ میں پڑے گی اور جس کو گردہ دیا جائے گا اس کی صحت بھی یقینی نہیں ہے۔

اللہ ہی سے شفاء کی امید رکھیں' دوا اور علاج کے ساتھ دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام رکھیں' صدقہ وخیرات بھی حسب حیثیت کریں کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو ضرور شفا عطا فرمائے گا' قضائے الٰہی پر راضی رہیں اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

خواتین کے لئے چہرے کے پردے کا حکم

سوال : خواتین کیلئے چہرے کے پردے کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں پردہ کا حکم تو ہے' مگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے۔ یہ خیال کہاں تک درست ہے؟

جواب : واضح رہے کہ خواتین کے لئے نامحرموں سے چہرے کا پردہ بھی فرض ہے اگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے تو مَردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا کیوں حکم دیا گیا؟ چہرہ ہی میں کشش ہے اور وہی مجمع المحاسن ہے' سورۂ احزاب کی آیت "یدنین علیہن من جلابیبہن" سے چہرہ ڈھانکنے کا واضح حکم معلوم ہو رہا ہے۔

بعض لوگوں کو نماز کے مسئلہ سے دھوکہ ہوا ہے' کیونکہ نماز میں عورت کا چہرہ کھلا رہنے سے نماز ہو جاتی ہے (جس پر قیاس کر کے چہرہ کے پردہ نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں) حالانکہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ شرائط نماز میں لکھا ہے نہ کہ احکام پردہ میں' لہٰذا چہرہ کھول کے نماز ہو جانے سے غیر محرموں کے سامنے چہرہ کھول کے آنے پر استدلال کرنا بددیانتی ہے۔ حضرات فقہا' رحمہم اللہ نے شرائط نماز میں اس مسئلے کو لکھا ہے' چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلے کے بعد "وتمنع المراة الشابة من کشف الوجه بین الرجال" کہ "نوجوان عورت کے لئے نامحرم مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا شرعاً ممنوع ہے" لکھ کر اس غلط فہمی کو زائل فرما دیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ چہرہ کھولنے کی اجازت ہے تب بھی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے کا کوئی ذکر نہیں۔ جو لوگ قرآن پاک کی آیت (الا ماظہر منہا) سے عورتوں کے لئے عام طور پر چہرہ کھول کر گھومنے پھرنے کا جواز ثابت کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں' کیونکہ ان الفاظ میں عورتوں کو چہرہ کھولنے کی اجازت دی گئی ہے' تاکہ دوسرے اعضاء کی طرح ان کے چھپانے کے اہتمام سے زحمت وتکلیف نہ ہو' اس میں نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کے جواز وعدم جواز کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نیز آیت مذکورہ میں (الا ماظہر) فرمایا نہ کہ (الا ما اظہرن) اسی سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو قصداً و ارادۃً نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

نیز اس دور فساد میں فتنہ سے مامون رہنے کی کون گارنٹی دے سکتا ہے؟ اور خوف فتنہ وفساد کی وجہ سے چہرہ کے پردہ پر تمام علمائے کرام متحد و متفق ہیں' بالفرض اگر چہرے کا پردہ نہیں تب بھی اس دور فساد میں فتنہ کی وجہ سے چہرے کا پردہ ضروری ہے۔

جن کتابوں میں قرآنی آیات بھی ہوں انہیں حالت حیض میں پڑھنے کا حکم

سوال : عورت کیلئے مخصوص ایام (حیض) اور نفاس میں ایسی کتابوں کو چھونا اور پڑھنا جن میں چند آیات کلام پاک کی لکھی ہوتی ہیں' جائز ہے یا نہیں؟ ان آیات کو چھوڑ کر صرف ترجمہ' تفسیر اور مطلب پڑھنا کیسا ہے؟

جواب : اس معاملے میں اصول یہ ہے کہ اگر کتاب کا اکثر یا آدھا حصہ قرآنی آیات پر مشتمل ہے تو ناپاکی کی تمام حالتوں (حیض' نفاس' جنابت اور بے وضو ہونا) میں اس کا چھونا جائز نہیں۔

اور اگر کتاب کا اکثر حصہ غیر قرآن ہے تو اس کو اس مقام سے چھونا جائز ہے جہاں قرآنی آیات لکھی ہوئی نہیں ہیں۔

سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں بجلی کی فٹنگ کا حکم

سوال : آج کل اکثر ادارے خصوصاً تجارتی ادارے اور کمپنیاں جن کا اکثر کاروبار سودی ہے۔ ٹھیکیدار' کمپنی یا ادارہ سے قرض لے کر تعمیر کا سلسلہ شروع کردیتے ہیں۔ بندہ ایسی رقم سے تعمیر شدہ مکانات میں بجلی کا کام ٹھیکے پر کرتا ہے۔ مجھے جو رقم اجرت میں ملتی ہے وہ سودی ہی ہوتی ہے' کیا میرے لئے وہ رقم اجرت میں لینا اور ملازمین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : آپ کے کام میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ اداروں کا سودی کاروبار ان کا اپنا فعل ہے جس کا وبال اور گناہ انہی پر ہے' لہٰذا آپ کے کام کی اجرت بلاشبہ حلال ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اجرت کی رقم حلال آمدن سے ہو' اس لئے کمپنی سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط کرلی جائے کہ ہمیں اجرت سودی منافع سے نہ دی جائے۔ کمپنی میں یقیناً حلال آمدن کے ذرائع بھی ہوں گے' ان سے اجرت دی جائے۔ اگر حلال وحرام آمدن کو خلط کر دیا جاتا ہے اور حلال کو الگ رکھنے پر ادارہ تیار نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ حلال وحرام مخلوط (ملا ہوا) ہوں' لیکن حلال غالب ہو تو اس سے اجرت لینا جائز ہے اور اگر حلال وحرام دونوں برابر ہوں یا حرام غالب ہو تو جائز نہیں۔

Zaiby

23

اسلام کا نظریہ صحت و مرض

ترتیب وپیش کش: لائبہ رضوان / طالبہ مرکزِفہم دین فیز4، کراچی

مرکزِفہم دین ڈیفنس فیز 4 کراچی میں میں منعقد ہونے والی ورکشاپ کے پہلے مرحلے کی چند جھلکیاں

اسلام دینِ فطرت ہے۔

فطرت کی بہترین مثال

جیسے شہد کی مکھی پھولوں کا انتخاب کرتی ہے' پھر ان کا رس اپنے پیٹ میں محفوظ کرلیتی ہے اور پھر چھتے میں لاکر جمع کرتی ہے۔ یہ طریقہ اسے کوئی سکھاتا نہیں ہے' بل کہ یہ اس کی فطرت میں شامل ہے۔ بالکل اسی طرح انسان کی فطرت بھی دینِ اسلام پر رکھی گئی ہے۔

جب ہم اسلامی عبادات کا موازنہ دیگر مذاہب سے کرتے ہیں تو ان میں بے حد سادگی پائی جاتی ہے اور پھر اللہ کی شانِ کریمی دیکھیے کہ ایک مثالی نمونے کے ذریعے اس دین کے دینِ فطرت ہونے کو ثابت بھی کردیا۔ اور وہ نمونہ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہے۔ آیئے! اب ہم ایسے امراض پر روشنی ڈالتے ہیں' جو ہمیں عام طور پر بلاواسطہ یا بالواسطہ صرف اس لیے لاحق ہوجاتے ہیں کہ ہم اس دینِ فطرت کے سادہ مگر قیمتی طریقوں کو چھوڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

ہاتھوں کا نہ دھونا

قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ بَرَکَۃُ الطَّعَامِ اَلْوُضُوْءُ قَبْلَہٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا باعثِ برکت ہے۔

یہ ایک ایسی سنت ہے کہ اس پر سائنس کے جس نظریے سے بھی تجزیہ کیا جائے' ہر لحاظ سے بہترین عادت ثابت ہوتی ہے۔ ایک ریسرچ کے مطابق 88% لوگ کھانے سے پہلے ہاتھ نہیں دھوتے' جس کی وجہ سے بیماریاں ایک دوسرے میں خاص طور پر بچوں میں ہاتھ در ہاتھ منتقل ہوتی ہیں۔

تین انگلیوں سے کھانا

کَعْبُ بن مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ يَاكُلُ بِثَلَاثِ اَصَابِعَ

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے۔

سائنس بھی اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ تین انگلیوں سے کھانے کی ترغیب اس لیے دی گئی ہے کہ انسانی گلے کی نالی کا حلقہ 3 انگلیوں کے برابر ہوتا ہے' جو اس سے تجاوز کرے گا تو کھانا حلق میں ضرور اٹکے گا۔

کھانے کو زیادہ گرم نہیں کھانا چاہیے

نبی کریم ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب اُن کی خدمت میں ثرید پیش کی جاتی تو وہ آپ ﷺ اسے اس وقت تک نہ کھاتے' جب تک اس کا جوش ٹھنڈا نہ ہوجاتا۔ بہت سے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اگر گرم کھانا نہ کھائیں تو لطف کیسے آئے گا؟ اس کا جواب بھی حدیث میں آگیا کہ کھانے کا جوش ٹھنڈا ہوجائے' جو منہ اور معدے کے لیے نقصان دہ نہ ہو' پھر اسے کھاسکتے ہیں۔ آج سائنس بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ گرم کھانے کی وجہ سے منہ میں چھالے پڑیں یا نہ پڑیں' لیکن بدہضمی اور معدے کی کثیر بیماریاں ضرور جنم لیتی ہیں۔

چبا کر کھانا

سائنس اس سنت کو بھی ثابت کرتی ہے کہ انسانی تھوک میں ایسے کیمیکل ہیں' کہ وہ کھانے میں جتنے زیادہ شامل ہوں گے' کھانا اتنا ہی جلدی ہضم ہوگا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے کھانے کو چبا چبا کر کھانے کا فرمایا ہے۔

ٹیک لگا کر نہ کھانا

قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ لَا آكُلُ مُتَّكِئًا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

سنت نے ٹیک لگا کر کھانے سے بھی منع کیا ہے' اس لیے کہ اس سے انسان ضرورت سے زیادہ کھالیتا ہے' جس سے بدہضمی ہوتی ہے اور معدے اور آنتوں پر اثر پڑتا ہے۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

آلو بخارا

حکیم شمیم احمد

علاقے کی آب وہوا' گرمی کی کمی بیشی اور مٹی کی تاثیر کے سبب آلو بخارے کے رنگ اور جسامت میں فرق پڑ جاتا ہے۔اس کا اصل نام تو آلو ہے لیکن بخارا شہر کی نسبت سے اسے آلو بخارا کہا جاتا ہے۔دنیا میں سب سے زیادہ بڑا آلو بخارا فرانس میں اس سے چھوٹا بخارا میں اور درمیانے درجہ کا پاکستان میں پیدا ہوتا ہے۔

اس کا مزاج سرد تر ہے' جوانوں اور گرم طبیعت والوں کے لیے مفید ہے۔جگر اور مثانے کی حرارت اور خون کی تیزابیت دور کرنے کی بے مثال قدرتی غذا اور دوا ہے۔دل کی گرمی' گھبراہٹ' دھڑکن اور شریانوں کے ارد گرد کا کولسٹرول تحلیل کر کے خون کا دباؤ کم کرنا اس کا خاص فعل ہے۔

موسم گرما میں گرمیوں کی شدت سے طبیعت میں بے چینی گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔دل متلانے لگتا ہے۔اگر ہوا بند ہو جائے اور آپ کے بیڈ روم میں حبس کی وجہ سے نیند اُچاٹ ہو رہی ہو۔دیواروں سے گرم بھبکے نکل رہے ہوں۔کھانے کی رغبت اور اشتہا بالکل نہ ہو۔ہر لمحے ٹھنڈے مشروبات پینے کی خواہش ہو۔دھوپ کی تپش اور تمازت کی وجہ سے جب طبیعت میں بے چینی اور گھبراہٹ محسوس ہوتی ہو۔ایسی صورت میں یہ آپ کے لیے راحت وسکون پیدا کرتا ہے۔مرغن اور چکنائی سے بھرپور غذائیں کھانے کی وجہ سے متلی اور قے کی شکایت ہو جائے' خاص کر رات کے وقت جبکہ کوئی ڈاکٹر یا حکیم تک رسائی ممکن نہ ہو تو یہ آپ کے لیے بہترین معالج ثابت ہوتا ہے۔

اگر آپ اس کی خوبیوں سے بخوبی واقف ہو جائیں تو آپ کے دل میں اس کی قدر بڑھ جائے گی اور آپ اس کو اپنے باورچی خانے میں بڑے اہتمام کے ساتھ رکھیں گے۔آلو بخارا بہت لذیذ پھل ہے نہ صرف لذیذ بلکہ اپنی کئی طبّی خصوصیات کی وجہ سے بے حد افادیت کا حامل ہے۔اس کے درخت پاکستان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔آلو بخارے میں لحمیات (پروٹین) چکنائی' شکر' معدنیات مثلاً سائٹرک ایسڈ' کیلشیم اور فاسفورس پایا جاتا ہے۔پھل کے طور پر اسے تازہ حالت میں بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔خشک حالت میں اسے کھانوں کی لذّت بڑھانے' چٹنی تیار کرنے کے علاوہ بطور دوا بڑے پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر زیادہ مرغن اور مسالحے دار غذاؤں کے کھانے سے جگر میں گرمی ہو جائے یا صفرا بڑھ جائے تو آلو بخارے کے ساتھ حسب ضرورت سونف' پودینہ' بڑی الائچی کے دانے' زیرہ سفید اور الائچی خرد شامل کر کے ایک پیالی پانی میں جوش دے کر چھان کر ٹھنڈا کر کے پینے سے متلی' قے اور دستوں کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

اطباء کہتے ہیں کہ تنہا خشک آلو بخارا منہ میں رکھ کر چوسنے سے بھی متلی اور قے رفع ہو جاتی ہے۔خصوصاً وہ خواتین جو امید سے ہوں ان کی متلی اور قے میں بھی بہت مفید ہے۔اس سے غذائیت بھی حاصل ہوتی ہے۔شدید قے اور متلی سے نجات حاصل کرنے یا قبض سے چھٹکارا پانے کے لیے پانچ سے دس آلو بخارے ایک پیالی گرم پانی میں ڈھائی تین گھنٹے کے لیے بھگو دیئے جاتے ہیں اور پھر انہیں مل کر اور چھان کر یہ پانی مریض کو پلا دیا جاتا ہے۔ضرورت پڑنے پر یہ نسخہ دن میں دو مرتبہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

تیز بخار کی صورت میں بھی جب منہ کا ذائقہ کڑوا ہو یہی نسخہ استعمال کرنا چاہیے۔یہ نسخہ ایسے سر درد کا بھی علاج ہے جو تیز دھوپ میں چلنے یا گرم ماحول میں کام کرنے سے ہو جاتا ہے۔

متلی' قے' بدہضمی' بھوک نہ لگنے' قبض' پِتی اچھلنے' شدید سر درد' بڑھے ہوئے فشارِ خون (ہائی بلڈ پریشر) کی صورت میں یہ نسخہ استعمال کروائیں: آلو بخارا پانچ عدد' سونف ایک چمچ' منقّیٰ سات عدد ان سب اجزاء کو رات ایک پیالی گرم پانی میں بھگو دیں اور صبح مل چھان کر پی لیں۔اگر سردی کا موسم ہو تو پانی نیم گرم کر لیں۔ لیکن آلو بخارے کو بہت زیادہ نہیں پکانا چاہیے کیونکہ اس کے فوائد کم ہو جاتے ہیں۔

اگر اجابت زیادہ ہو رہی ہو تو اس نسخے میں سے منقّیٰ نکال دیں۔جگر کی کمزوری اور یرقان کی بعض قسموں میں بھی مفید ہے۔یہ خیال رہے کہ جن لوگوں کو کھانسی یا نزلہ رہتا ہو یا ان کا حلق خراب رہتا ہو وہ اس نسخے کو استعمال نہ کریں۔اسی طرح سخت سرد موسم میں بھی یہ نسخہ احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔

آلو بخارا کھانے سے جگر کا ورم اور تناؤ' معدے کی جلن' بھوک کی کمی' پھوڑے پھنسیاں' آنتوں کی خشکی اور قبض دور ہو جاتا ہے۔جن خواتین کو قے' متلی' سر درد' بار بار پیاس لگنا اور بھوک کے بند ہونے کے علاوہ پکے ہوئے کھانے سامنے آنے سے ان سے بساند محسوس ہو تو یہ خوش رنگ رسیلے ترش پھل آبِ حیات کا کام دیتے ہے۔اکثر خواتین مٹی کھانے کی خواہش بھی رکھتی ہیں انہیں آلو بخارے کے استعمال سے اس طرف دھیان نہیں جاتا۔

ملیریا بخار میں' تیز بخار' سر درد اور سر میں زیادہ بوجھ ہو اور شدت مرض میں مریض بہکی بہکی باتیں کرنے لگے تو خشک آلو بخارا سات سے اکیس دانے تک گل نیلوفر تولہ بھر اور عناب سات دانے تین پاؤ پانی میں بھگو کر مل چھان کر' شکر ملا کر برف سے ٹھنڈا کر کے ہر آدھے گھنٹے کے بعد پانچ سات مرتبہ آدھی پیالی پلانے سے بحرانی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔سر درد کو سکون اور بخار میں کمی ہو جاتی ہے۔بعض مریضوں کے کانوں میں سائیں سائیں اور کسی کو سیٹیاں بجنے کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔کئی مریض سر میں چکر آنے کی شکایت کرتے ہیں اور کسی کو ہر چیز گھومتی نظر آتی ہے۔یہ بیماریاں دماغ میں زہریلے فضلات جمع ہونے سے رونما ہوتی ہیں۔ایسے مریض متواتر دس گیارہ روز صبح تازہ آلو بخارا پاؤ بھر کا ناشتہ کریں اور چار بجے منڈی بوٹی' سونف اور پوست آملہ تینوں تولہ تولہ بھر صبح گلاس بھر پانی میں بھگو دیں شام کو ہاتھ سے مل چھان کر شربت بنفشہ ملا کر پیتے رہیں۔گیارہویں دن اس محلول میں ایک ایک تولہ برگِ سنا اور گل سرخ یعنی گلاب کے پھول ملا کر سیر بھر پانی میں تین چار جوش دیں ایک گلاس چھان کر کھانڈ ملا کر صبح پیجیئے اور دو گھنٹے بعد پھر ایک گلاس پی لیجئے۔اگر تین چار بودار دست آجائیں تو تیسری خوراک نہ پیئیں اور پیاس بجھانے کے لیے عرق مکوہ اور عرق بادیان دو دو چھٹانک گھنٹہ دو گھنٹہ بعد پیتے رہیں۔اگر دو خوراک پینے سے خاطر خواہ جلاب نہ لگیں تو تیسری خوراک بھی پی سکتے ہیں اس نسخے سے اگر پورے طور پر چکر یا کان بجنا درست نہ ہوں تو یہی خسانده پی کر دوبارہ برگِ سنا اور گل سرخ ملا کر پی لیں جلاب کے دن ملائم کھچڑی' دودھ چاول یا شوربا چاول استعمال کرنا ضروری ہیں۔

ایسے لوگ جو غذائیں تو زیادہ حرارے پیدا کرنے والی کھائیں مگر محنت مشقت سے جی چرائیں ان کا جسم موٹا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔زائد غذائیں حرارے چربی کی شکل میں پیٹ پُھلا دیتے ہیں بعض لوگوں میں چربی کی گلٹیاں بھی بننے لگتی ہیں۔آلو بخارا اس زائد چربی کو تحلیل کر کے جسم کو ہلکا اور دبلا بنا دیتا ہے۔خاص طور پر دل کے ارد گرد جمی ہوئی کولسٹرول کی تہ میں نمایاں کمی ہو جاتی ہے۔

جو افراد پیٹ بڑھنے' ہوا رُکے رہنے اور اپھارہ کے شاکی ہوں ان کے لیے آلو بخارا دوا بھی ہے اور غذا بھی ایسے مریض روزانہ ایک پاؤ آلو بخارے کا ناشتہ کر کے دوسری تمام غذائیں ناشتے میں نہ لیں تو چند روز کے استعمال سے پیٹ ہلکا' قبض دور اور چربی کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔وہ صبح آلو بخارے کا ناشتہ کریں دونوں وقت سوکھی روٹی' موسمی سبزیاں سادہ یا گوشت میں پکی ہوئی کھائیں شام چار بجے بھی عمر اور طاقت کے مطابق آدھ پاؤ آلو بخارا کھانے سے چند ہفتوں میں پیٹ ہلکا اور وزن کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔اس کے ساتھ لیموں کی تازہ سکنجبین دن میں ایک دو مرتبہ اور موسمی پھل کھانے سے پیٹ کم کرنے میں مزید آسانی ہوتی ہے۔ایسے مریضوں کو مٹھائی' دال ماش' دال چنا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

جن افراد کی طبیعت میں چڑچڑا پن ہو۔صبح اٹھنے پر حلق کڑوا' پیاس زیادہ اور بے چینی ہو' معدے میں سختی یا جگر بڑا ہو وہ ایک پاؤ مونگ سالم کے ساتھ ایک سیر آلو بخارا پکا کر رکھ لیں دونوں وقت سادہ روٹی کے ساتھ کھائیں تو ایک زود ہضم معدے کی سختی دور کرنے والی سستی چٹپٹی غذا اور مفت کی دوا مل جائے گی۔یہ غذا پیٹ بھر دے گی مگر حرارے کم پیدا کرے گی پیٹ کی سوجن اور چربی کم کرنے میں مدد دے گی اور دوا کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

وہ شگافِ والا

سلمان انیس

حضرت ابو حازم فرماتے ہیں: ”اپنی نیکیوں کو بھی ایسے چھپایا کرو جیسے اپنے گناہوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہو۔“

اگر آدمی سے کوئی گناہ یا نافرمانی سرزد ہو جائے تو وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو کیوں کہ اس میں ذلت اور بے عزتی کا خطرہ ہے لیکن نیکیوں کو چھپانے کا کیا مقصد ہے؟

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کو اور مال و دولت کے ریل پیل کو دیکھ کر رویا کرتے تھے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر جب اشرفیوں کے اور قیمتی ساز وسامان کے انبار لگتے تھے تو ان حضرات کے چہروں پر غم وحزن کے آثار نمودار ہوتے تھے اور افسوس وحسرت سے ان کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ آخر کیوں؟

یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہماری قربانیوں کا بدلہ دنیا میں تو نہیں دے دیا؟

واقعی! انہیں یہ کہنے کا حق تھا اور ان کا غم بجا تھا جنہوں نے مکہ کے پتتے ہوئے صحراؤں کا عذاب جھیلا ہو، اپنے خاندان والوں کی دشمنیاں مول لیں ہوں اور صرف اس دین کی خاطر اپنے گھر بار کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہا ہو یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو تاکید کی تھی جو مکہ سے مدینہ منورہ آچکے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی دوبارہ مکہ میں رہائش اختیار کرے گا اگرچہ فتح مکہ کے بعد تو اس کی ہجرت باطل ہو گئی۔ اور جن لوگوں نے طرح طرح کی بے شمار تکلیفیں برداشت کی ہوں، وہ کیسے دنیا کی ان حقیر نعمتوں کے بدلے میں اپنے وہ مجاہدے اور مشقتیں قربان کر دیے؟ یہ سب کچھ تو انہوں نے اللہ سے جنت لینے کے لیے اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر کیا تھا۔

اس لیے ایک مشہور صحابی حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ! انہوں نے مکہ میں بہت تکالیف سہی تھیں۔ وہ آخری عمر میں حسرت اور افسوس سے کہا کرتے تھے کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی اور ہمارا مقصد تو صرف اللہ کی رضا تھا۔ پھر ہم میں سے بعض اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ انہوں نے اپنے مجاہدے اور قربانیوں کا دنیا میں کوئی بدلہ نہیں پایا اور انہی میں سے تھے حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ جنگ احد میں یہ شہید ہوئے اور ان کو کفن دینے کے لیے ہمارے پاس ایک چادر کے سوا کچھ نہ تھا۔ سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور چادر کو قدموں کی طرف کھینچتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چادر سر پر ڈال دو اور قدموں پر اذخر کے پتے ڈال دو۔ حضرت خباب کہتے ہیں کہ اور دوسرے بعض لوگ ایسے تھے کہ جن کے پھل پک گئے اور انہوں نے دنیا کی کچھ نعمتیں پالیں۔“ (بخاری)

اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب کفن لایا گیا تو اس کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے: ”میرے لیے پورا تیار شدہ کفن لایا جا رہا ہے حالاں کہ حمزہ کو تو کفن میں ایک چادر کے سوا کچھ نہیں ملا تھا اور وہ بھی آپ کے قدموں سے چھوٹی تھی۔ سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں پر ڈالتے تو سر کھل جاتا۔ پھر آخر میں سر کو چادر سے ڈھانپا گیا اور قدموں پر پتے ڈالے گئے۔“ (مسند احمد)

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ کے سامنے کھانا لایا گیا تو رونے لگے، اور اپنے ساتھیوں کو یاد کرنے لگے، پھر فرمایا: ”ہمیں تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا میں تو نہیں مل گیا۔“

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعین، تبع تابعین اور امت کے دوسرے اسلاف میں بھی یہ رنگ نمایاں نظر آتا ہے اور درحقیقت یہی اخلاص وہ صفت ہے جس سے اعمال میں وزن پیدا ہوتا اور نیک عمل اگرچہ کم اور تھوڑا ہو اخلاص کی بدولت وزنی اور ذو قیمت بن جاتا ہے۔

اگر ہم اپنے ذہن میں یہ سوچ پیدا کرلیں کہ ہمیں تو جنت کی نعمتیں چاہییں اور اللہ ہی کی خوشنودی حاصل کرنی ہے، وہاں کی عزتیں چاہییں اور جب یہ بات دل میں اتر جائے گی تو پھر آدمی اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپائے گا جیسے کوئی انتہائی قیمتی اور بیش بہا ہیرا یا موتی چھپایا جاتا ہے۔ اس کا ایک انتہائی حیران کن نمونہ مندرجہ ذیل واقعہ بھی ہے جو ہم سب کے لیے درس عبرت ہے۔ (بقیہ ص 29 پر)

Perfect

27

this ad would be publish “cutflash” means we don’t required boarder around.

گرہیں

قسط نمبر 1

کائنات عبدالحسیب

دروازہ زور زور سے پیٹا جارہا تھا۔ آمنہ بیگم کچن میں مصروف تھیں جب کہ ارسلان ٹی وی کے آگے واک مین لگائے گانے سننے میں مصروف تھا اور نمل اپنی کسی دوست سے فون پر بات کرنے میں مصروف تھی اس لیے مجبوراً آمنہ بیگم کو خود ہی دروازہ کھولنا پڑا۔ معیز اپنی ماں کو سائیڈ میں کرتا تیزی کے ساتھ اندر داخل ہوا اور بیگ وہیں فرش پر پھینک کر واش روم میں جاکر بند ہو گیا۔

آج پھر وہ اسکول سے لیٹ آیا تھا۔ آمنہ بیگم کچھ دیر تو اس کے واش روم سے باہر آنے کا انتظار کرتی رہیں، پھر گہری سانس لے کر کچن میں واپس آگئیں۔ اس کے لیے کھانا نکال کر ٹرے میں رکھا اور اس کے ساتھ سلاد کی پلیٹ بھی رکھ کر باہر ٹیبل پر لے آئیں۔ معیز نے واش روم سے باہر نکل کر ٹائی نکال کر کہیں پھینکی اور شرٹ اتار کر کہیں پھینکی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

”چاول کہاں ہیں ماما؟“

”کچھ بن بلائے مہمان آگئے تھے صبح صبح...! اس لیے چاول نہیں بنا سکی... بس یہی کھالو!“

”میں نہیں کھارہا کھانا... آپ خود ہی کھالیں۔“ معیز انتہائی بدتمیزی سے کہتا ہوا کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ یہ ان کا اور فصیح صاحب کا لاڈلا تیسرے نمبر کا بیٹا تھا۔ پہلے ارسلان، پھر نمل اور سب سے چھوٹا معیز۔ شروع سے ہی انہوں نے بچوں کو بے انتہا لاڈ میں پالا تھا لیکن نہ جانے کیوں بچوں کی عادتوں پر انہوں نے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا اور اب کچھ عرصے سے انہیں کھٹکنے لگیں تھیں۔

ارسلان سیکنڈ ائیر میں جب کہ نمل ابھی میٹرک میں تھی۔ ہفتہ میں ایک دن کالج جاکر ارسلان حاضری لگوا کر آجاتا اور نمل... اس کا بھی اسکول میں ہوتے ہوئے بھی یہی حال تھا جب کہ معیز آٹھویں کلاس میں تھا اور بلاناغہ اسکول جاتا تھا لیکن اکثر لیٹ ہو جاتا اور اب تو اس کے پاس سے سگریٹ کی بو بھی آنے لگی تھی۔

یہ سب دیکھ کر آمنہ بیگم یہ سوچنے لگیں تھیں کہ انہیں یہ سب پہلے کیوں نہ محسوس ہوا؟ انہیں تو اب نمل کا اپنے میل کلاس فیلوز سے لمبی لمبی فون کالز بھی بری لگنے لگیں تھیں حالاں کہ وہ ”شخصی آزادی“ کی قائل تھیں۔ انہیں اور فصیح صاحب کو ”کوایجوکیشن“ پر کبھی بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔ انہیں اپنے اندر کی یہ تبدیلی عجیب بے چینی میں مبتلا کررہی تھی۔ کبھی وہ اپنے آپ کو جھڑک دیتیں کہ میں ”بیک ورڈ“ ہو رہی ہوں اور کبھی انہیں اپنے بچوں پر غصہ آنے لگتا کہ دل چاہتا ان کی پٹائی کردیں۔ کبھی وہ فصیح صاحب سے لڑ پڑتیں کہ ”ان کے بے جا لاڈ پیار“ سے بچے بگڑ رہے ہیں اور فصیح صاحب ہنس کر خاموش ہو جاتے۔ ایک دن ان کے دماغ کی یہ گرہ کھل ہی گئی۔ وہ شام کے وقت کافی کا کپ اٹھائے ٹیرس پر کھڑی ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہو رہی تھیں کہ برابر والے گھر سے مسز عبدالرزاق اور ان کی بیٹی عائشہ جو کہ مکمل پردے میں تھیں اور ان کا بیٹا شلوار قمیص، سر پر ٹوپی اور چہرے پر ہلکی ہلکی آنے والی داڑھی تھی وہ سب گھر سے نکلے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی جب ان کی نظر سے غائب ہوئی تو ان کی بے چینی ختم ہوئی۔

اگلے ہی دن آمنہ بیگم، مسز عبدالرزاق کے دروازے پر تھیں۔ چوکی دار نے گیٹ کھولا اور وہ اندر داخل ہو گئیں۔ فرش پر ٹھہر ٹھہر کر چلتی ہوئی داخلی دروازے تک پہنچی ہی تھیں کہ مسز عبدالرزاق کا بیٹا طٰہٰ دروازہ کھول کر باہر آگیا اور سلام کر کے واپس اندر کی جانب بڑھا۔

”آیئے آنٹی پلیز!“ یہ کہتے ہوئے انہیں ساتھ لیے ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گیا اور پھر اپنی والدہ کو بلانے چلا گیا۔

آمنہ بیگم جائزہ لینے میں مصروف ہو گئیں۔ مسز عبدالرزاق تقریباً چھ ماہ پہلے ہی ان کے برابر والے مکان میں شفٹ ہوئیں تھیں۔ وہ ان کے شوہر فصیح صاحب کی دور پرے کی رشتہ دار بھی لگتی تھیں۔ اکثر تقریبات میں ان سے ملاقات رہتی تھی اور اب جب وہ ان کے پڑوس میں شفٹ ہو گئیں تو تعلقات مزید بڑھ جانے چاہیے تھے۔ مسز عبدالرزاق اور آمنہ بیگم تو اکثر ایک دوسرے کے گھر آتی جاتی تھیں مگر بچے ایک دوسرے سے کتراتے تھے اور بچوں کے کترانے کی وجہ بھی انہیں سمجھ میں آنے لگی تھی۔ آمنہ بیگم پہلے بھی کئی بار یہاں آچکی تھیں مگر آج ان کا یہاں آنے کا انداز ہی دوسرا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم کی سادہ سفید رنگ کی دیواریں اور سادہ سفید رنگ کے پردے ایک طرف صوفے رکھے تھے اور دوسری طرف گاؤ تکیوں سے نشست بنائی گئی تھی۔ سامنے کی دیوار پر درود پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خوبصورت فریم لگا ہوا تھا اور دائیں جانب والی دیوار پر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدہ زیب فریم تھا۔ کل یہ سامان تھا اتنے بڑے کمرے میں۔ ان کی نظر میں اپنے گھر کا ڈرائنگ روم آگیا۔ ایک دیوار مہرون، دوسری گلابی تیسری مہرون اور گلابی مکس پرنٹڈ۔ گل جی کی پینٹنگ سے بھرمار دیواریں۔ کہیں گھوڑا ہنہنا رہا تھا تو کہیں چیتا دوڑتا ہوا۔ مزید یہ کہ دو رائفلیں فریم کر کے لگائی ہوئی تھیں۔ سائیڈ ٹیبل پر دو مجسمے۔ نہ جانے کیا کیا تھا ان کے ڈرائنگ روم میں۔ نہیں تھا تو بس اک سکون نہیں تھا اور یہاں... ایسا لگتا تھا کہ جیسے بیٹھے بیٹھے کوئی لوری دے رہا ہو، سکون کی لوری۔ ابھی وہ اپنی ان سوچوں میں گم تھیں کہ اچانک انہیں ایک آواز سنائی دی

(جاری ہے۔)

بقیہ

وہ شگافِ والا

مشہور تابعی مسلمہ بن عبدالملک نے اسلامی لشکر کے ساتھ دشمنوں کے قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ قلعہ میں ایک شگاف تھا جس کے ذریعہ خفیہ طور سے اندر جاکر قلعہ کا دروازہ کھولا جاسکتا تھا۔ سپہ سالار لشکر کے سپاہیوں کو تیار کرنے کی کوشش کررہے تھے کہ کون ہے جو اندر جاکر مسلمانوں کے لیے قلعہ کا دروازہ کھولتا ہے مگر پورے لشکر میں سے کوئی بھی تیار نہیں ہو سکا۔ یہ ایک بہت ہی خطرناک مہم تھی جس میں موت تقریباً یقینی تھی اور موت کے کنویں میں کودنے کے مترادف تھا۔ بڑے بڑے جنگجو اور تیز طرار سپاہی صف بستہ تھے لیکن کوئی بھی ہمت نہیں کر پارہا تھا۔ یکایک پچھلی صفوں میں گرد اڑنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک نامعلوم سپاہی گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور شگاف کے اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد نعرۂ تکبیر کے ساتھ قلعہ کا دروازہ کھل گیا اور اسلامی لشکر نے جو حملہ کے لیے تیار تھا، لمحوں میں دھاوا بول دیا اور یوں اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔

مسلمہ نے لشکر کو جمع کیا اور پوچھا کہ وہ شگاف والا آدمی کون تھا؟ مجمع میں سے کوئی جواب نہیں ملا۔ دوسری بار پھر اعلان ہوا، پھر تیسری بار اعلان ہوا مگر جواب ندارد۔ آخر امیر لشکر نے یہ اعلان کروا دیا کہ میں پہریدار کو یہ حکم دے چکا ہوں کہ وہ شگاف والا آدمی جب بھی آئے تو اس کو میرے پاس لے آنا۔

سپہ سالار کے خیمے کے باہر ایک آدمی آیا، اجازت چاہی۔ پہریدار نے پوچھا کہ آپ شگاف والے ہو؟“ اس نے جواب دیا کہ میں اس کے بارے میں امیر کو بتا سکتا ہوں۔ پہریدار نے اندر اطلاع دی تو اسے اجازت مل گئی۔

نووارد نے جاتے ہی یوں بات شروع کی کہ اے امیر محترم! وہ شگاف والا آپ کے سامنے تین شرطوں پر آئے گا۔

1...آپ سرکاری دفتر میں اس کا نام نہیں لکھیں گے۔

2...اس کو کسی بھی قسم کا انعام نہیں دیا جائے گا۔

3...آپ اس سے اس کا قبیلہ اور نسب خاندان وغیرہ نہیں دریافت کریں گے۔

مسلمہ نے حامی بھر لی اور تینوں شرائط پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔

اگلے ہی لمحے اس آدمی نے سر جھکا کر کہا کہ ”میں وہی ہوں!!“ مسلمہ اسے تکتے رہے اور کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر چل دیا۔ اس کے بعد جب بھی مسلمہ نماز کے بعد دعا مانگتے تو یہ دعا ضرور مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مَعَ صَاحِبِ النَّقْبِ یااللہ! آخرت میں میرا حشر شگاف والے کے ساتھ فرما۔“ (عیون الاخبار)

یقیناً اللہ کے ہاں وہی بندے مقبول ہیں جو اپنے اعمال میں مخلص ہوں، اور بے شک اللہ کے نزدیک مخلصین کے بڑے اونچے درجے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

باپ کا بیٹی کے نام خط
خط نمبر 18

محبت اور جذباتی لگاؤ

محمد دانش

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

پیاری بیٹی! ماشاء اللہ ہماری نواسی زندگی کی اس عمر یعنی نوجوانی کے دور سے گزر رہی ہے، اس عمر میں انسانی جسم کے ہار مونز اس سطح پر ہوتے ہیں کہ جذباتیت کا غلبہ ہوتا ہے اور لڑکیاں اور لڑکے ایک دوسرے کی جانب فطری کشش محسوس کرتے ہوئے ان کے قریب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ عموماً خیالوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ اس دور میں کچھ لڑکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جلد کسی سے متاثر ہو کر خیالوں میں اسے اپنے خوابوں کا شہزادہ تصور کرنے لگتی ہیں اور اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔

دراصل محبت کرنا، کسی کو چاہنا یا چاہے جانے کی تمنّا کرنا ایک فطری تقاضا ہے، تاہم فطری تقاضوں کو اگر بغیر کسی ضابطہ اخلاق کے پورا کیا جائے تو انسان اور جانور میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ یہی محبت کی شدت نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو مجنون کر دیتی ہے، جسے عشق کا نام دیا جاتا ہے اور ان نوجوانوں کو یہ جملہ کہتے سُنا گیا ہے کہ "میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا یا میں خودکشی کرلوں گا۔" یہ عشق نہیں بل کہ ایک بیماری ہے، ذہن پراگندہ ہو کر روح کو بیمار کر دیتا ہے، اس کا باقاعدہ علاج ہونا چاہیے۔

اسلام چوں کہ "دینِ فطرت" ہے، لہٰذا وہ فطری تقاضوں کی تکمیل کی نفی نہیں کرتا اور نہ ہی رہبانیت کا درس دیتا ہے۔ البتہ فطری تقاضوں کی تکمیل کا ایک ضابطہ اخلاق اور نظام ضرور وضع کرتا ہے۔ ایسا نظام جس کے تحت انسان کے تمام فطری تقاضوں کو ایک مقررہ وقت، قواعد وضوابط اور مخصوص طریقہ کار کے ذریعہ پورا کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس طرح ایک ایسا خاندانی نظام وجود میں آتا ہے جس کو آج بھی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں رشک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

دینِ اسلام نے جو نامحرم مرد اور عورت کے اختلاط اور قربت کی اجازت نہیں دی، اس میں بڑی حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہے۔ اس میں معاشرے کے ہر فرد اور خصوصاً لڑکیوں کی عزت ووقار اور تحفظ کو مدّ نظر رکھا گیا ہے۔ آج کل ایک مخصوص طبقہ میں لڑکے لڑکیوں کے میل ملاپ کو محبت کا نام دیا جاتا ہے، وہ دراصل ایک دوسرے کے قریب آنے کا بہانہ ہے۔ اس قسم کی محبت کا بخار چند مہینوں میں اور زیادہ سے زیادہ دو تین برسوں میں اُتر جاتا ہے اور پھر لڑکے کسی اور جانب متوجہ ہو جاتے ہیں اور لڑکیوں کے لیے ساری عمر کی رُسوائی اور پچھتاوا رہ جاتا ہے۔ اس قسم کی محبت میں جو لڑکیاں اپنے آپ کو گرفتار کر لیتی ہیں وہ نہ صرف اپنی نسوانی وقار کی تذلیل کرتی ہیں، بل کہ اپنے خاندان کی عزت کو بھی داغ دار کرتی ہیں۔ یاد رکھو بیٹی کہ آپ کی عزت وعفت نہایت قیمتی اور انمول موتی ہے، جس کی جان سے بھی زیادہ حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔

صحت کے حوالے سے اور معاشرتی مسائل کے متعلق اکثر بچیاں مجھ سے مشاورت اور رہنمائی کے لیے رابطہ کرتی ہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بہت سی لڑکیاں محبت اور شادی کے نام پر دھوکا کھا جاتی ہیں۔ اکثر شادی کی خواہش میں لڑکوں کے قریب آتی ہیں اور کچھ عرصے بعد لڑکے کسی نہ کسی مجبوری کا بہانہ کر کے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر ایک اہم بات ہمیشہ یاد رکھیے گا کہ "لڑکی سے سب سے زیادہ محبت اور عزت کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو اس کے گھر شادی کا پیغام لے کر آتا ہے۔ باقی سب گمراہ کرنے والے ہوتے ہیں۔" لہٰذا بیٹی، اپنے جذبات اور فطری تقاضوں کو اپنی دینی اور معاشرتی قدروں کے مطابق پورا کرنے ہی میں عزت وفلاح ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ وہ لڑکیاں زیادہ کامیاب زندگی گزارتی ہیں جو شادی سے پہلے محبت وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑتیں، اپنی تعلیم وتربیت پر دھیان دیتی ہیں اور اگر کبھی کسی سے متاثر ہو کر اپنے دل میں اس کی چاہت محسوس کرتی ہیں تو اپنے والدین کے ذریعے اس جذبے کو شادی کے مقدس بندھن میں تبدیل کر لیتی ہیں۔

اس کے علاوہ عمر کے اس دور میں اکثر نوجوان شخصیت پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ کسی بھی معروف شخصیت یا فنکار سے متاثر ہو کر اس کے پرستار (Fan) ہو جاتے ہیں اور پھر مختلف طریقوں سے ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ یہ نامناسب رویہ ہے۔ اس خط کے تحریر کرنے کا اصل مقصد یہی ہے کہ آپ اپنی بچی کی تعلیم وتربیت اور حرکات وسکنات پر کڑی نظر رکھیں اور لمحہ بھر کے لیے بھی ان سے غافل نہ ہوں۔

بیٹی! اس میں شک نہیں کہ محبت ایک فطری اور لطیف جذبہ ہے، جو انسان کو متحرک رکھتا ہے، لیکن اس جذبے کو صحیح سمت دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دین اور خدا سے محبت کریں، اپنے والدین، رشتے داروں اور دوستوں سے محبت کریں، اپنے وطن، ثقافت اور معاشرتی قدروں سے محبت کریں، اپنے فن، پیشے اور نصب العین سے محبت کریں، غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں سے محبت کریں لیکن کبھی بھی باہمی جنسی کشش کو محبت کا نام دے کر اور ایک دوسرے کو دھوکا دے کر محبت جیسے پاکیزہ جذبے کی توہین نہ کریں۔ اللہ آپ کا اور آپ کی بچی کا حامی وناصر ہو۔ آمین

دعا گو

آپ کے ابو

Pervaiz Omar

31

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

قسط نمبر 5

ام مصطفیٰ

انس اور سعد کی ”ماما جانی، ماماجانی“ کی گردان سے عدنان سمیت گھر کا ہر فرد عفیفہ کو بھلا نہیں پارہا تھا۔ عفیفہ کا چیزیں رکھنے کا سلیقہ، گھر کو سجانے کا قرینہ، ہر نعمت پر شکر، اپنے ہمسائے، نوکر، خادمہ اور ضرورت مندوں کے ساتھ خوش خلقی، ان کے غم کو اپنا غم سمجھنا، خرچ میں میانہ روی، شوہر کی فرماں برداری، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، اولاد کی تربیت کی فکر غرض کہ ہر وہ خوبی عفیفہ میں پائی جاتی تھی جو رب کریم کی قربت میں اضافہ کرواتی ہے۔ اب تو ہر شے سے سلیقہ، قرینہ ہی رخصت ہو گیا تھا، گویا ہر شے بکھری بکھری اور اداس تھی، لیکن عفیفہ کی یادیں اور وصیت عدنان کو بے چین کیے ہوئے تھی۔

OOO

”ملیحہ میری بچی...!!!“ ائیر پورٹ پر سیٹھ قمر اور نجمہ بیگم ملیحہ کی حالت زار دیکھ کر تڑپ اٹھے۔

زہر خوردہ کانٹوں سے
تار تار دامن ہے
ہے قصور کس کا
سب بویا تو اپنا ہے
مجرم بھی خود ہی ہیں

منصف بھی آپ ہی ٹھہرے
عدل کی حقیقت کو
آزردگی کی چادر بنا کر
خود ساختہ سزا کو اوڑھ لیتے ہیں
عبرت کا نشان بن کر
زمانے کو جھنجھوڑ دیتے ہیں

”ملیحہ بیٹا! اپنے کمرے سے باہر بھی نکلا کرو۔ اس طرح اندھیرے میں کیوں پڑی رہتی ہو؟ روشنی میں آؤ گی اور کھلی فضا میں سانس لو گی تو ذہنی پراگندگی کچھ کم ہو گی۔“ نجمہ بیگم نے بیٹی کو زندگی کی طرف لوٹانے کی ادنیٰ سی کوشش کی۔

ملیحہ کو جو پہلے کبھی اپنی ماں کو خاطر میں نہیں لاتی تھی اور اب اس کو وہی دقیانوسیت اور مولویت ذہن رکھنے والی ماں اچھی لگنے لگی تھی۔ ان کی دعاؤں کا حصار وہ شدت سے محسوس کر رہی تھی، لیکن اس کا ذہنی تناؤ اور شہروز کے زہر خوردہ تیر و نشتر جنہوں نے جسم کے ساتھ ساتھ اس کی روح کو بھی چھلنی کر دیا تھا، ان سے نجات پانے کے لیے اس کو ابھی بہت وقت درکار تھا۔ ماں کی محبت اور اس کی اپنائیت اس کے زخموں پر روئی کے نرم پھائیوں کا کام تو کر رہی تھی، لیکن اعصابی ٹوٹ پھوٹ بہت زیادہ تھی۔

OOO

”انس بیٹا! چلیے آج ہم پارک کی سیر کو چلتے ہیں۔ سعد بھی بہت خوش ہو گا۔“ عدنان نے ننھے انس سے کہا۔

”نہیں بابا! میں مما کے بغیر پارک کیسے جاؤں؟“ انس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیوں بیٹا؟ کیا میرے ساتھ بھی نہیں جاؤ گے؟“

”نہیں بابا! مما تو پارک میں پھولوں کو دیکھ کر ڈھیر ساری دعائیں خود بھی پڑھتی تھیں اور مجھے بھی پڑھواتی تھیں اور یہ بھی کہتی تھیں کہ یہ اللہ میاں کی بڑائی کے بول ہیں۔ بابا! مجھے تو ان میں سے صرف ایک ہی یاد ہے۔ اب میں ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف نہیں کروں گا تو مما بھی جنت میں مجھ سے ناراض ہوں گی اور اللہ میاں بھی۔“ عدنان اپنے بیٹے انس کی یہ باتیں سن کر رو پڑا۔

”آہ! عفیفہ تم اپنی یاد کی مہر ہر ہر چیز پر ثبت کر کے کہاں چلی گئی...؟“

OOO

”ملیحہ بیٹا! میں مسز خان کے ہاں درس قرآن میں جا رہی ہوں۔ اگر آپ بھی میرے ساتھ چلو تو اللہ کی اس محفل میں جس کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ آپ اپنے دل میں سکینت اور رحمت محسوس کرو گی۔“ نجمہ بیگم نے ملیحہ سے کہا۔

اپنی ماں کی بات سن کر ملیحہ میکانکی انداز سے اٹھی اور امی کے ساتھ جانے کے لیے چادر لینے لگی۔ آئینے پر نگاہ پڑتے ہی یک دم اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی: ”دیکھو ملیحہ! چادر اور چار دیواری عورت کا زیور ہے اور چادر میں لپٹا ہوا وجود کیسے حصار میں محسوس ہوتا ہے۔“

”ہوں! یہ چادر؟ مائی فٹ۔ یہ دوپٹہ بھی میں صرف تمہاری خاطر ہی پہن لیتی ہوں۔ اس کو بھی غنیمت جانو مسٹر عدنان...!!!“ ملیحہ کو اپنی گزری ہوئی باتیں یاد آنے لگیں۔ آج ملیحہ واقعی اس چادر کو بہترین حصار گردان رہی تھی۔

”آ جاؤ بیٹا! کہاں رک گئی؟ درس شروع ہونے والا ہو گا۔“

OOO

”اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔“

”جان لو! ذکر اللہ ہی میں دلوں کا اطمینان ہے۔“

باجی جان درس میں اس آیتِ مبارکہ کی تفصیل بیان کر رہی تھیں اور ملیحہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ کیسا پیارا ہے ہمارا اللہ! اور اس کا ذکر کرنے کا کیسا لطف ہے! میں کیوں آخر اپنے اللہ سے اتنی دور رہی! صرف دور ہی نہیں بل کہ اس کی کھلم کھلا نافرمانیاں بھی کرتی رہی! مجھے کیوں اس کا احساس نہیں ہوا! مجھے کیوں کسی نے نہیں بتایا! اس کے اندر سے آواز آئی: ”بتایا تو تھا۔ ماں نے بھی بڑی کوشش کی، شریکِ حیات کے روپ میں عدنان نے بھی رہنمائی کرنے کی کوشش کی، مگر میرا غرور مجھے کہاں کسی کی سننے دے رہا تھا؟ ہائے میرے اللہ! میری توبہ، توبہ، توبہ۔“

OOO

ملیحہ اب باقاعدگی سے درسِ قرآن کی کلاسیں لے رہی تھی اور اب اس نے ذکر اللہ اور اپنے گناہوں کی تلافی کرنے کی خاطر شب بیداری بھی شروع کر دی تھی۔ اس کی شب بیداری تو پہلے بھی ہوتی تھی، مگر اب اس کا رخ اور زاویہ بدل گیا تھا۔ اس کی زندگی یک سر بدل چکی تھی۔ چادر اور دوپٹے کو بوجھ سمجھنے والی ملیحہ اب عبایا لینے لگی تھی۔ سارا سارا دن پارلر اور مارکیٹ کے چکر لگانے والی ملیحہ اب ہر وقت قرآن کریم کو درست کرنے، نماز و وضو کے فرائض سیکھنے اور اپنے قضا واجبات کی فکر میں گھل رہی تھی اور اس کا یہ گھلنا ہی اس کی اصل کامیابی کا زینہ تھا۔ نجمہ بیگم، ملیحہ کو دیکھ کر اب نہال ہوتی تھیں، جب کہ سیٹھ قمر کچھ اپنے سرکل اور اسٹیٹس کی وجہ سے ملیحہ کے حلیے سے متفکر تھے، لیکن بیٹی کے چہرے پر اطمینان دیکھ کر تفکرات کے بادل چھٹ جاتے تھے۔

OOO

”عدنان بیٹا! میں نے آپ کو آج اس لیے اپنے اسٹڈی روم میں بلوایا ہے کہ آپ سے کچھ ضروری باتیں ڈسکس کرنی ہیں۔“

”جی پاپا...!“ عدنان نے جواب دیا۔

”وہ بیٹا...! انس اور سعد ماں کی کمی بہت شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس خلا کو جلد ہی پُر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خلا گہرے شگاف میں بدل جائے، پھر ہمارے لیے اس کو پُر کرنا ناممکن ہو جائے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو ناں کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں؟“ سیٹھ صلاح الدین نے اپنے بیٹے عدنان سے پوچھا۔

اپنے والد کی یہ بات سن کر عدنان یک دم چونک گیا: ”جی پاپا! میں سمجھ رہا ہوں۔“

”بیٹا! میں تمہاری کیفیت سمجھ سکتا ہوں۔ اتنی محبت کرنے والی، خدمت شعار اور نیک سیرت بیوی خوش نصیبوں کو ہی عطا ہوتی ہے، مگر یہ خوشیاں اور اس کی عمر اتنی ہی تھی۔ آنے والی اس کی جگہ تو ممکن ہے کہ نہ لے سکے، مگر اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر تمہیں یہ قدم اٹھانا ہی پڑے گا۔“ سیٹھ صلاح الدین نے عدنان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

عدنان اپنا سر جھکائے اپنے باپ کی بات سن رہا تھا، مگر اس کا دل ان باتوں کے خلاف فیصلہ دے رہا تھا، جب کہ اس کو دل سے نہیں، بل کہ دماغ سے فیصلہ کرنا تھا اور وہ بھی اپنے لیے نہیں، بل کہ اپنے بچوں کے لیے۔

OOO

سیٹھ بہادر خان نے نئی کمپنی لانچ کی تھی اور اس کی خوشی میں شہر کے سب سے بڑے اور فائیو اسٹار ہوٹل میں انہوں نے اپنی کلاس کے تمام دوستوں کے اعزاز میں پُر تکلّف ظہرانہ دیا تھا۔ سیٹھ صلاح الدین اور سیٹھ قمر الدین بھی اس ظہرانے میں شریک تھے۔ آج کئی سالوں کے بعد دونوں کا آمنا سامنا ہوا تھا۔ دونوں ہی عمر کے تقاضوں کے ساتھ اولاد کے غموں سے کچھ ڈھے سے گئے تھے، مگر سیٹھ قمر الدین کے چہرے پر سفید داڑھی سیٹھ صلاح الدین کو تعجب میں مبتلا کر گئی تھی۔ سیٹھ قمر بہت الٹرا ماڈرن ذہن کے مالک تھے اور اب اس تبدیلی کے پیچھے بھی کوئی خاص وجہ ہی چھپی ہوئی تھی، وگرنہ یہ تبدیلی ان میں ممکن ہی نہیں تھی۔ ان کی اس تبدیلی کی وجہ خود سیٹھ قمر نے بیان کر دی۔ کلام کا سلسلہ داڑھی سے شروع ہوا تو گزرے ایام اور اولاد کی زندگی تک جا پہنچا اور آج پھر دونوں دوست ایک اہم فیصلہ کر کے اٹھے۔

OOO

”نہیں امی! وہ مجھے قبول نہیں کرے گا۔“

(جاری ہے۔)

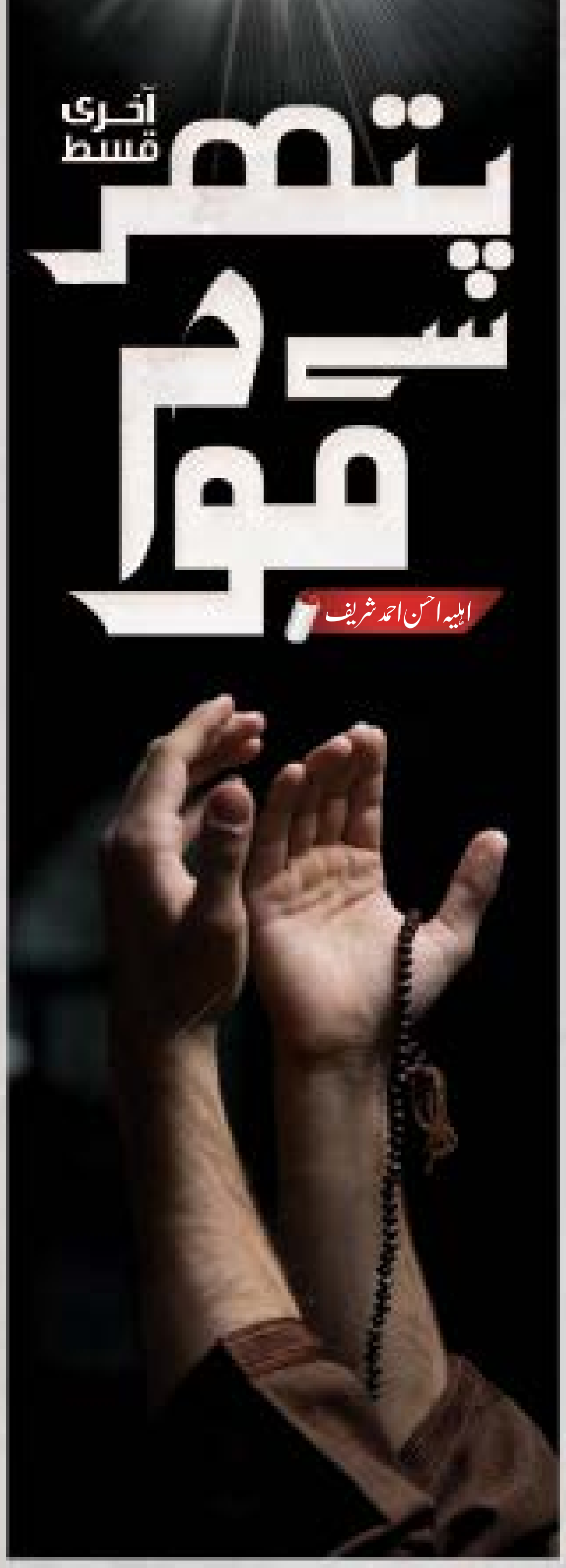

پتھر سے موم

آخری قسط

اہلیہ احسن احمد شریف

گھر پہنچ کر وہ سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھی... اپنے کمرے کے دروازے پر اس کے قدم رک گئے ... اندر کمرے میں عبداللہ سجدے میں گرا سسک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اسے بہت دکھ ہوا... وہ آہستہ سے اس کے قریب آگئی۔

"یااللہ...! اسے وہاں سے واپس کردے... وہ ایک دفعہ وہاں پھنس گئی تو واپسی بہت مشکل ہو جائے گی اس کی!!" وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر وفا کی آنکھیں بیگ گئیں۔

"میں آگئی عبداللہ!" اس نے بڑی مشکل سے کہا۔

عبداللہ نے سجدے سے سر اٹھایا اور اسے دیکھتا ہی رہ گیا... اور پھر دوبارہ بے ساختگی کے عالم میں سجدے میں گر کر اللہ کا شکر ادا کرنے لگا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ اللہ نے تمہیں بچا لیا ہے... اللہ ہم دونوں کو گناہوں سے بچا کر تقویٰ کے راستے پر چلائے رکھیں...!" اس نے سجدے سے سر اٹھا کر وفا کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا اور وفا نے آہستہ سے آمین کہہ دیا۔

آج عبداللہ کا ایمان اپنے اللہ پر پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ بڑھ چکا تھا۔

○○○

"وفا! آج میں تمہیں ایک بہت ہی پیاری جگہ پر لے کر جاؤں گا... انشاءاللہ۔"

"اچھا... کہاں؟"

"بس... چل کر دیکھنا... لیکن تم شلوار قمیص پہن کر چلو تو اچھا ہے۔"

"مگر میرے پاس تو ہے نہیں شلوار قمیص..."

"اچھا! ذرا اپنی آنکھیں بند کرو...!" اس نے وفا کے سامنے ایک خوبصورت جوڑا سجادیا۔

"اب آنکھیں کھولو!"

"واؤ! یہ تو بہت ہی پیارا جوڑا ہے عبداللہ! میں یہ ضرور پہنوں گی، شاید اپنی زندگی کی پہلی شلوار قمیص۔"

یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائی۔ عبداللہ واقعی اس کے لیے بہت شاندار جوڑا لایا تھا تاکہ اس کا دل اسلامی لباس کی طرف مائل ہو۔ دراصل وہ آج اسے ایک مولانا صاحب کے وعظ میں لے جانا چاہتا تھا... جن کا انداز بیان سادہ لیکن دل میں اتر جانے والا تھا۔ اس کے خیال میں وفا اس حد تک پگھل چکی تھی کہ بیان میں جا سکے۔

"اوہو... ماشاء اللہ! تم کتنی خوبصورت لگ رہی ہو وفا...!" وہ عبداللہ کی دی ہوئی شلوار قمیص پہن کر اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"واقعی...؟"

"ہم م... بہت زیادہ! تمہیں اپنا آپ کیسا لگ رہا ہے؟"

"شاید اچھا...!" وفا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آئندہ بھی لاؤں ایسے کپڑے؟"

"ہم م م...!"

"تم بہت اچھی ہو وفا...!" اس نے وفا کے سر پر دوپٹہ ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی اسے دل سے چاہنے لگا تھا... وہ اس کی ہر بات مان لیتی تھی۔ نجانے کیوں اسے اس کے والد اور تایا بدتمیز اور خودسر کہتے تھے۔

○○○

امام صاحب جیسے متقی، پرہیز گار اور عبادت گزار واعظ کے بیان میں تو اللہ کے حکم سے سخت سے سخت دل بھی توبہ کرلیتے تھے اور وفا تو پھر اب بہت نرم ہو چکی تھی... امام صاحب کا بیان سن کر اس کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں... اس کا دل چاہتا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں جائے... کبیرہ گناہوں کی لسٹ امام صاحب نے بیان کردی تھی، بس اب تو شرم سے اس کا سر بالکل جھکا ہوا تھا اور اس کی زبان پر صرف ایک ہی رٹ تھی... "اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردیں اور مجھے جہنم کی آگ سے بچالیں...!"

○○○

اب وفا واقعی اپنا سرِ تسلیم خم کرچکی تھی... وہ واقعی اللہ تعالیٰ کو پہچان چکی تھی اور اسے واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر محسوس ہونے لگی تھی... گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت وہ پا چکی تھی اور آج وفا ایک سچی مومنہ کے روپ میں اپنے والدین سے ملنے جارہی تھی۔

○○○

"ایک ہی تو ہماری بیٹی تھی... اور وہ بھی ہم نے کھودی...!" ماریہ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ وہ اور حسن احمد لاؤنج میں چائے پیتے ہوئے وفا کا ذکر کر رہے تھے۔ دونوں ہی بہت دکھی تھے... شاید حسن احمد کو وفا پر ظلم کرنے کا پچھتاوا ہونے لگا تھا... لیکن یہ ماریہ کی اچھائی ہی تھی کہ سب قصور حسن کا ہونے کے باوجود بھی وہ کبھی ان کو کوئی طعنہ نہیں دیتی تھی... لیکن حسن تو جانتے ہی تھے کہ سارا قصور اس کا اپنا تھا۔ انہوں نے صوفے سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندلیں۔

ماریہ کو لان میں کوئی نظر آیا... وہاں ایک برقع پوش لڑکی کھڑی تھی۔

"یہ لان میں کون کھڑا ہے حسن...؟" اب وہ لڑکی آہستہ آہستہ سے لاؤنج کی طرف ہی آرہی تھی۔ ماریہ کی آواز سن کر حسن احمد دیکھنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھے۔

"السلام علیکم...!" اس نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی آہستہ سے اپنا نقاب اتارا اور محبت بھری نگاہوں سے اپنے والدین کو یکھنے لگی۔

"وفا...!!" حسن احمد اور ماریہ دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"مگر یہ سب؟؟" وہ دونوں اس کے برقعے میں لپٹے پرنور چہرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

"وفا...! تم تم ... نے یہ سب کیسے کرلیا...؟" حسن احمد کا لہجہ ان کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"بس ڈیڈی! اللہ کا کرم ہو گیا مجھ پر... آئی ایم سوری ڈیڈی! میں نے آپ کو بہت تنگ کیا ہے!" وہ حسن کے سامنے سر جھکائے کھڑی تھی۔

"آئی ایم سوری میری پری...!" حسن احمد نے اس کا ماتھا چوم لیا۔ آنکھوں سے ندامت کے دو آنسو گالوں پر بہہ پڑے۔ وفا نے پلٹ کر اپنی ممی ماریہ کو دیکھا تو انہوں نے بے ساختہ اسے گلے سے لگا لیا۔ تینوں کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے... اور لاؤنج میں کھڑے عبداللہ کے بھی... کہ جسے اللہ نے ایک بہت ہی بڑے اور کٹھن امتحان میں سرخرو کردیا تھا۔

امن کا ضامن انصاف

شاہِ ایران کسریٰ نے اپنا سفیر ایک خط دے کر امیر المومنین عمر بن خطابؓ کے پاس مدینہ منورہ بھیجا۔ جب وہ مدینہ پہنچا تو اس نے ایوانِ صدر کے بارے میں پوچھا' اس کا خیال تھا کہ وہ کوئی بہت بڑا بنگلہ ہوگا لیکن اس نے دیکھا کہ امیر المومنین کا گھر بہت چھوٹا ہے جس میں کہیں بھی کوئی علامت ایوانِ صدر ہونے کی نہیں ہے اس نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن عمر کو گھر میں نہ پایا' پھر اس نے آپ کے بارے میں دریافت کیا تو اسے بتایا گیا کہ وہ اس درخت کے نیچے سو رہے ہوں گے' چنانچہ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے امیر المومنین کو مٹی پر بغیر بستر کے سوتے ہوئے پایا اور ان کے پاس کوئی سیکورٹی فورس تو درکنار کوئی سیکورٹی گارڈ بھی نہیں تھا' یہ منظر دیکھ کر کسریٰ کے سفیر نے جو بات کہی 'تاریخ نے اسے قیامت تک کے لیے محفوظ کرلیا ہے اور وہ یہ کہ :

عَدَلْتَ وَاٰمِنْتَ وَنِمْتَ یَاعُمَرُ

اے عمر! تو نے انصاف کیا تو تو بلا خوف وخطر میٹھی نیند سو گیا

بقیہ خوشی

آخر کامران صاحب کے ہونٹ ملے "دیکھو اشرف آپ جو کچھ کر رہے ہو یہ آپ کو زیب نہیں دیتا۔" اتنا کہہ کر وہ پھر چپ ہو گیا۔

میں جواب تک حیرت کا بُت بنا بیٹھا تھا' مزید حیران ہوتے ہوئے بولا : "بھائی آخر کیا ایسی بات ہوئی' میں نے کون سی خطا کی ہے؟ برائے کرم آپ واضح بات کریں۔"

"آپ ہر جگہ لوگوں کے سامنے میری بُرائیاں بیان کرتے ہیں یہ اچھی بات نہیں۔"

"ایک منٹ ایک منٹ معذرت! آپ کو یہ بات کہیں اصغر نے تو نہیں بتائی؟"

"اسے رہنے دو کہ کس نے بتائی ہے پر ایسے اچھا نہیں ہوتا۔"

"بھائی رہنے کیسے دوں؟ اب غور سے سنو! جو کچھ آپ سے کامران نے میرے بارے میں غلط باتیں کہی ہیں' وہی کچھ مجھے آپ کے بارے میں کہا ہے۔ آپ یقین کریں گے کہ مجھے کیا کچھ نہیں کہا ہے آپ کے بارے میں۔" پھر میں نے پوری تفصیل کامران کے سامنے رکھ دی اور اس کی حالت "کاٹو تو بدن میں لہو نہیں" جیسی ہو چکی تھی۔

آخر میں اس سے میں یہ کہہ رہا تھا: "بھائی! یہ سب کچھ مجھے آپ کو لڑانے کے لیے کیا گیا ہے' آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم تو ایک دوسرے کے بنا کھانا تک نہیں کھاتے تھے۔ آج ہمیں ایک دوسرے کی شکل اچھی نہیں لگتی۔ یہ ضرور ہمارے خلاف سازش ہوئی ہے اور ہم اس کا شکار ہو چکے ہیں۔

میں نے دیکھا کامران کے خوشی سے بہنے والے آنسو اس کے گالوں پر موتیوں کی طرح گر رہے تھے' خود میں بھی ضبط نہ کر سکا۔

"جو ہونا تھا ہوا' آئندہ ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے انشاء اللہ۔" ہم دونوں نے عزم کیا۔ اسی لیے تو میں آج خوش تھا بہت خوش۔

لکڑہارا پنوڑا

ڈاکٹر الماس روحی

لاڑکانہ کے قریب ایک گاؤں تھا جہاں ایک لکڑہارا "پنوڑا" رہتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام گڈو تھا جو بہت محنتی تھا۔ اس کی بیٹی کا نام گڑیا تھا جو ایک ذہین لڑکی تھی۔ پہاڑی کے قریب ایک جنگل تھا۔ لکڑہارا پنوڑا روز صبح سویرے اٹھتا اور اپنا کلہاڑا لیے اس جنگل کا رخ کرتا۔ گڈو اپنے ابا کو جاتا دیکھ کر چھوٹی سی کلہاڑی تھامے پیچھے پیچھے جاتا۔ گڑیا اپنی ماں کے ساتھ مل کر اپنے چھوٹے سے گھر کو جھاڑو دیتی اور جب وقت ملتا تو کپڑے کے چھوٹے چھوٹے رومالوں پر بیل بوٹے کاڑھتی۔ دوپہر ہوتی تو لکڑہارا بہت سی لکڑیوں کا گٹھڑ سر پر لیے ہوئے گھر پہنچتا۔ گڈو اپنی جھولی میں ماں اور بہن کے لیے درخت سے آڑو توڑ کر لاتا۔ گڑیا دوڑ کر آڑو لیتی اور سب مل کر مزے سے کھاتے۔ تھوڑی دیر میں شام ہو جاتی اور ماں کھانا پکاتی۔ لکڑہارا چھوٹی بڑی لکڑیاں الگ کرتا۔ گڈو اور گڑیا اپنے گھوڑا گھوڑی کے پاس جاتے اور انہیں پیار کرتے۔ گھوڑے کا نام پنکھی تھا۔ گڑیا اپنی گھوڑی کو پیار سے "پینو" کہتی۔ یہ دونوں بہن بھائی مل کر گھوڑا گھوڑی کا اصطبل بنا رہے تھے۔ گڑیا لکڑیاں، ہتھوڑا پھاوڑا اور کلہاڑی لا کر گڈو کو دیتی۔ گڈو لکڑیوں کو ناپ کر آری سے کاٹتا۔ اگر لکڑی بڑی ہوتی تو اسے کلہاڑی سے توڑتا۔ ہتھوڑے سے گڑیا دو لکڑیوں پر کیلیں رکھ کر انہیں آپس میں جوڑتی۔ گڈو پھاوڑے سے گڑھا کھود کر لکڑی کے بانس لگاتا۔ روز کی محنت سے آخر ایک دن ایک خوبصورت سا اصطبل بن ہی گیا۔ گڈو اور گڑیا کے اماں ابا یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے کہ ان کے دونوں بچے آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں بل کہ مل جل کر رہتے ہیں اور اچھے اچھے کام کرتے ہیں۔ گاؤں کے آخری موڑ پر بازار تھا جہاں لکڑہارا پنوڑا لکڑیاں فروخت کرتا تھا۔ اسی بازار میں لوگ اس کی بیٹی کے کڑھے ہوئے رومال شوق سے خریدتے تھے۔ بازار سے واپسی پر وہ اپنے بچوں کے لیے جاڑے، کبھی گرمی کے کپڑے، کھلونے اور کھانے کے لیے گڑ خرید کر لاتا تو بچے خوش ہو جاتے تھے۔ کچھ دنوں بعد لکڑہارا امیر ہو گیا۔ اب گڈو اور گڑیا اسکول جاتے تھے اور لوگ کہتے تھے: "پنوڑے کا لڑکا اور لڑکی دونوں اچھے بچے ہیں۔"

ooo

لاڑکانہ	ایک شہر	پنوڑا	لکڑہارے کا نام
کلہاڑا	لکڑی کاٹنے کا آلہ	جھاڑو	تنکوں سے بنا صفائی کا آلہ
کاڑھتی	کپڑے پر بیل بوٹے بنانا	گٹھڑ	بنڈل
آڑو	ایک پھل	اصطبل	گھوڑوں کو باندھنے کی جگہ
ہتھوڑا	کوٹنے کا آلہ	پھاوڑا	مٹی کھودنے کا آلہ
موڑ	راستہ	جاڑا	سردی کا موسم

Burger Shack

36

ابو نے بریانی پکائی

اہلیہ محمد فیصل

"السلام علیکم ! انصر...آؤ گھر میں آؤ !۔"

"وعلیکم السلام ! علی...آج اتوار ہے۔ صبح سے ہی میں سخت بوریت محسوس کر رہا تھا۔ سوچا تمہارے ہاں آجاؤں۔" علی نے اپنے آنے کی وضاحت کی۔

"مرحبا ! مرحبا ! پیارے بیٹے !" انصر کے جواب دینے سے پہلے ہی انصر کے والد ماجد عثمان صاحب نے علی کو استقبالیہ جواب دیا۔

"السلام علیکم...انکل !" "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ...بیٹا ! جاؤ بیٹا انصر ! علی کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔ میں علی کی تواضع کے لیے کچھ تیار کر کے تمہارے کمرے میں دے جاتا ہوں۔" عثمان صاحب نے بیٹے کو فارغ کیا۔

"جزاکم اللہ...ابو !" انصر نے تشکر بھرے لہجے میں کہا۔

"انصر ! کیا تم اور تمہارے ابو کوئی کام کر رہے تھے ؟" علی نے کمرے کی طرف جاتے ہوئے انصر سے سوال کیا۔

"ہاں یار ! وہ دراصل امی اور آپی' نانی کی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے چند دنوں کے لیے میرپور خاص گئیں ہوئیں ہیں۔ گھر میں ابو' میں اور عفرا' فروا ہیں۔ ہم دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ پتا ہے میرے ابو بریانی بہت اچھی پکاتے ہیں۔"

"اچھا ! ! !" علی نے قدرے حیرانی سے کہا۔ "ارے اس میں اتنا حیران ہونے والی بات کیا ہے ؟" انصر نے پوچھا۔

"وہ دراصل میرے ابو تو اپنی جگہ سے اُٹھ کر پانی بھی نہیں پیتے۔ ہر کام میری امی ہی کرتی ہیں۔ پچھلے دنوں میری امی بیمار ہو گئیں تھی اور میری بہن بھی بہت چھوٹی ہے' ہمارے گھر کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا تھا اور ابو تو بیماری میں بھی کام کے معاملے میں امی سے کسی قسم کی رعایت برتنے کے لیے تیار نہ تھے۔" علی نے وضاحت کی۔ "اچھا ! ! !" اب حیران ہونے کی باری انصر کی تھی۔

اسی دوران عثمان صاحب لوازمات کی ٹرے لیے انصر کے کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے علی کے چند جملے سُن لیے تھے اور موضوع کی تہہ تک پہنچ گئے تھے۔ "بیٹا ! کیا آپ کو پتا ہے کہ گھر کے کام اپنے ہاتھوں سے کرنا اور گھر والوں کا ہاتھ بٹانا آپ ﷺ کی سنّت ہے ؟

حضرت اسودؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے ؟

حضرت عائشہؓ نے فرمایا گھریلو کام میں شریک رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو فوراً نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج میں ازواج مطہرات کا ہاتھ بٹاتے' حتیٰ کے کپڑے پر خود پیوند لگا لیتے (یعنی سی لیتے)'

جوتے کی اصلاح فرما لیتے' پھٹا ہوا پانی کا ڈول درست فرما لیتے وغیرہ۔ (ابنِ حبان)

بیٹا ! گھر کے کاموں میں مردوں کا عار محسوس کرنا' اپنے آپ کو حاکم اور بیوی بچوں کو محکوم سمجھنا آپس میں رنجش اور اختلافات کا سبب بنتا ہے۔ اپنے جوتے پالش کرنے سے' دستر خوان بچھا دینے یا اُٹھا لینے سے' یا چھوٹے بچوں کو بیوی کی رعایت کرتے ہوئے تھوڑا سنبھال لینے سے مرد کی مردانگی پر کوئی حرف نہیں آجاتا' بل کہ یہ تو تواضع ہے اور انبیا علیہم السلام کی سنت ہے' آپس کی محبتوں اور الفتوں کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح بعض لوگ بیوی کے بیٹھنے کے لیے کرسی لانے یا گاڑی کا دروازہ بیوی کے لیے کھولنے میں اپنی تحقیر سمجھتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا ان کے سامنے اپنی بیوی کے لیے ایسا عمل کرے تو اس کا مذاق اور استہزاء کرتے ہیں' حالاں کہ نبی علیہ السلام کی حدیث کا مفہوم ہے کہ :

آپ ﷺ اپنی اہلیہ حضرت صفیہؓ کے لیے اُونٹ کے قریب بیٹھ گئے اور گھٹنا مبارک کھڑا فرما دیا۔

ام المومنینؓ نے اپنا قدم اس مبارک زینے (رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے) پر رکھا اور باآسانی اُونٹ پر سوار ہو گئیں۔ (صحیح بخاری)

علی کے لیے یہ تمام باتیں نئی تھیں۔ اس نے دل میں یہ عزم کیا کہ اب وہ لڑکا ہوتے ہوئے بھی اپنی امی کا ہاتھ ضرور بٹائے گا' تاکہ ماں کی محبت اور دُعاؤں کے ساتھ ساتھ سنت کا ثواب بھی پا سکے' حالاں کہ اب تک وہ اپنے والد کے عمل کو دیکھ کر یہی سمجھتا رہا تھا کہ مرد کو گھریلو کام نہیں کرنے چاہییں۔ "انکل ! آپ کا بے حد شکریہ ! آپ نے میری صحیح رہنمائی کی۔ انشاء اللہ ! اب میں اس سنت کو اپنا کر اپنی امی کی دُعائیں سمیٹوں گا۔"

ارے باتوں باتوں میں تو کافی لینا ہی بھول گئے اور یہ کباب بھی ضرور لینا' بنائے تو تمہاری آنٹی نے ہیں' مگر فرائی انکل نے کیے ہیں۔" عثمان صاحب کے معصومانہ انداز پر علی اور انصر کا ایک ساتھ قہقہہ بلند ہوا۔

بچوں کے فن پارے

پیارے بچو ! اتنا تو ہمیں معلوم ہے کہ آپ اپنے ننھے منے ہاتھوں سے کلرنگ اور ڈیزائننگ کر کے پیاری پیاری تصاویر بناتے ہیں لیکن وہ صرف آپ کی کاپی کی ہی زینت کیوں بنیں ؟ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ننھے فن کاروں کے یہ فن پارے فہمِ دین پڑھنے والے سارے بچے ہی دیکھیں' تاکہ ہم سب ایک دوسرے سے اچھی کلرنگ کرنا سیکھ سکیں' تو اس کے لیے فہمِ دین نے آپ کے لیے پورا ایک صفحہ رکھا ہے' جس پر آپ کی بنائے فن پارے سارے بچے دیکھا کریں گے' تو پھر دیر کس بات کی ! ! !

ہاں یہ ضرور یاد رکھیے گا کہ آپ کے بنائے ہوئے فن پارے میں کسی جان دار کی تصویر نہ ہو' کیوں کہ جان دار کی تصویر بنانے' دیکھنے اور رکھنے والے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

نوٹ : آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام' عمر' کلاس' ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا' ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہو گا۔
اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں' یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

انعامات ہی انعامات

ماہنامہ فہمِ دین کے ننھے منھے قارئین کے لیے ایک اور خوش خبری

ماہنامہ فہمِ دین کے گزشتہ شماروں سے ذکر کردہ سوالات کے جوابات دیں اور جیتیں انعامات ہی انعامات۔

سوال 1 : وہ کون سے بزرگ تھے جنھیں حضرت عباسؓ نے فرمایا تھا وہ اہلِ جنت میں سے تھے ؟

سوال 2 : عائشہ کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ کر گرا تو انھوں نے کیا عمل کیا ؟

سوال نمبر 3 : پانی پینے کی سنتیں بتائیں ؟

سوال نمبر 4 : ڈھولو نے بستی والوں کی مدد کیسے کی ؟

سوال نمبر 5 : وہ کون سے بزرگ تھے جو اپنے آپ کو نہایت کم تر اور حقیر سمجھتے تھے ؟

Golden Foods

41

ساقی نامہ

فضاؤں پر مسلط لشکرِ جنّات ہے ساقی
قیامت خیز طوفاں ہے اندھیری رات ہے ساقی

اٹھی ہے لعنتی تہذیبِ نو سیلاب کی صورت
ہے جس کے حلقۂ ہر موج میں گرداب کی صورت

تلاطم خیز موجیں ہیں گناہوں کے تھپیڑے ہیں
الٰہی خیر ہو ایمان کے کمزور بیڑے ہیں

ہوائے شیطنت کمزور بیڑوں کو ڈبوتی ہے
مگر اولاد آدم تختۂ غفلت پہ سوتی ہے

میں انسانوں کو اس طوفانِ غفلت سے بچاؤں گا
میں ان سوئے ہوئے شیروں کی غیرت کو جگاؤں گا

پلا ساقی پلا وہ شعلۂ صہبائے ایمانی
کہ اُڑ جائیں دھواں بن کر وساوس ہائے شیطانی

شرابِ معرفت کا از سر نو جام بھر ساقی
رگوں میں پھر پرانا آتشیں اِسلام بھر ساقی

پلا مجھ کو ساغر اسی صہبائے وحدت کا
کہ جس کی موج سے منہ پھیر دوں ہر فوج کثرت کا

مئے توحید کہنہ کا اُٹھا سر بستہ خم ساقی
سنا مردہ دلوں کو پھر وہی آوازِ قم ساقی

مری فطرت کو ساقی بے نیازِ دوجہاں کر دے
پیالہ سامنے دھر دے قلم میں زندگی بھر دے

زمانے میں نہیں مقصود میرا جز خدا کچھ بھی
مرے منہ سے نہ نکلے گا صداقت کے سوا کچھ بھی

حفیظ جالندھری

اخلاقِ نبوی ﷺ

سب سے بلند ترین ہیں اخلاق آپ ﷺ کے
اعلیٰ و بہترین ہیں اخلاق آپ ﷺ کے

جس سے ملے وہ آپ ﷺ کا گرویدہ ہو گیا
عمدہ و دل نشین ہیں اخلاق آپ ﷺ کے

دشمن بھی پاس آکے بنے دوست جاں فِدا
سوچوں سے بھی حسین ہیں اخلاق آپ ﷺ کے

ملتی نہیں جس کی مثال دور دور تک
وہ قابلِ تحسین ہیں اخلاق آپ ﷺ کے

جس نے ستایا اس کے لیے بھی دُعائیں کیں
ناقابلِ یقین ہیں اخلاق آپ ﷺ کے

الغرض محمد ﷺ ہیں تفسیرِ قرآنِ پاک
یعنی کہ پورا دین ہیں اخلاق آپ ﷺ کے

جوہر بناؤ اپنا خُلق مثل ِ پیغمبر ﷺ
کہ باعثِ تسکین ہیں اخلاق آپ ﷺ کے

جوہر عباد

مبارک مشقتیں

زباں سے تو بیاں کرنا بہت آسان ہوتا ہے
نہ گزری جس پہ ہو وہ درد سے انجان ہوتا ہے

سلیعہ پر نبوت کا وہ جب اعلان ہوتا ہے
بھتیجا جب چچا کے ظلم پر حیران ہوتا ہے

کبھی ساحر، کبھی شاعر، کبھی مجنون کہتے ہیں
یہ وہ گل ہے جو نہ ہو تو چمن ویران ہوتا ہے

زباں جن لوگوں کی صادق امیں کہتے نہ تھکتی تھی
نگاہوں میں انھی کے جھوٹ اب قرآن ہوتا ہے

بھتیجے کی ولادت پر کرے آزاد جو باندی
وہی پتھر نبی کو مار کر شیطان ہوتا ہے

نہ کرتے آسرا کچھ، پھینکتے تھے اوجھڑی سر پر
جو رب کے سامنے جھکتا ہے وہ ذیشان ہوتا ہے

سنی جانے لگی قدموں کی آہٹ بامِ جنت پر
بلالِ حبش کی جب روح کا سوہان ہوتا ہے

ابو جہلِ مرکب پر جہالت ختم ہوتی ہے
سمیہ سے شہادت کا شروع عنوان ہوتا ہے

محمد کی طبیعت پوچھتے ہیں ہوش پاتے ہی
جسم صدیق کا جب مار سے بے جان ہوتا ہے

قتل کرنے عمر نکلے، مگر نورِ ہُدیٰ پایا
جو دشمن جان کا تھا اب وہ یارِ جان ہوتا ہے

رسولِ پاک کے دل پر گزرتی ہوگی کیا اس دم
دھوئیں کے بوریے میں بند جب عثمان ہوتا ہے

نبی کو مار دینے کے ارادے سے جب آئے سب
علی کو پا کے بستر پر ہر اک حیران ہوتا ہے

نہ جانے کس طرح مکہ کو چھوڑا تھا محمد نے
خدا کی طرف سے ہجرت کا جب فرمان ہوتا ہے

بدر ہے ، چند ساتھی ہیں ، نبی ہیں اور آنسو ہیں
پرانے رشتہ داروں سے بھرا میدان ہوتا ہے

زمین و آسماں والے لرزتے ہیں، تڑپتے ہیں
شہید ان کا احد کے روز جب دندان ہوتا ہے

طلاقیں دی گئی تھیں ان کی صاحب زادیوں کو بھی
عقل حیران ہے، ایسا بھی کیا انسان ہوتا ہے

ہے فاقہ اس قدر کہ پیٹ سے پتھر لگائے ہیں
ہدایت کا انھی کے پاس تو سامان ہوتا ہے

زمین و آسماں جس کے لیے دونوں بنائے گئے
اسی وجہِ جہاں کا خون ہر ارمان ہوتا ہے

وفا کرنی ہے تو ان سے اسامہ کر دل و جاں سے
یہ رسی تھامتا ہے جو وہ عالی شان ہوتا ہے

محمد اسامہ سرسری

گلدستہ

حمد باری تعالیٰ

کوئی حرف بھا گیا ہے تجھے میری التجا کا
کہ حساب ہی نہیں ہے مرے رب تیری عطا کا
مری چشم آگہی کو ملا یہ بھی رخ ثنا کا
کہ جھکی جبیں قلم کی، لکھا نام جب خدا کا
یہ حیات ختم جب ہو، ترا نام زیر لب ہو
کہ وہی سبق پڑھوں میں، جو سبق تھا ابتدا کا
ترا ادنیٰ سا کرشمہ مری زیست کا سبب ہے
کہ عطا کیا ہے تو نے مجھے آسرا ہوا کا
جو بھنور کہ ہو تلاطم، بس اسے پکار لو تم
کہ ناخدا سے انجم یہاں سب ہے خدا کا

انجم شادانی

خدا کی خلافت والا جوہر

انسان کا ضروریات کو پورا کرنا صفت حیوانیت کے تقاضے کی وجہ سے ہے
اور اس کا عبادت کرنا فرشتوں سے مشابہت کی وجہ سے ہے
اور اس کا اخلاق برتنا خدا کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے ہے
اخلاق دنیا کے ہر آدمی کو مرغوب اور محبوب ہیں
چنانچہ اخلاق کی طرف پوری دنیا کا سر نگوں ہوتا ہے چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم ہو یا دہریہ ہو۔
دنیا کے انسانوں کو حیوانیت سے نکال کر عبادت کے ذریعے فرشتوں کی جماعت میں لا کر
عبادات میں طاقت پیدا کر کے اخلاق تک پہنچانا اور خدا کا خلیفہ بنانا
یہ نبیوں والی نعمت ہے جس کا حصول دعوت دین کے ذریعہ ہو گا
انبیاء کرامؑ نے انسانوں کو حیوانیت سے نکال کر عبادت کے ذریعہ اخلاق تک پہنچایا
اور خدا کی خلافت والے جوہر ان میں اجاگر فرمائے۔

(سوانح، ص:۱۶۸، مولانا محمد عمر پالن پوری)

نعت رسول مقبول ﷺ

نعت وہ ہے کہ جس کو کہتے وقت
دل پگھل کر سخن میں ڈھلتا ہے
نشہ ایسا ہے نام نامی میں
بے سبو اپنا کام چلتا ہے
یاد آتی ہے جب بھی طیبہ کی
سر مژگاں چراغ جلتا ہے
منع گریہ نہ کر انہیں واعظ
بے قراروں کا جی بہلتا ہے
اپنی لب تشنگی کا اے امید
سلسلہ دور تک نکلتا ہے

امید فاضلی

مسنون دعاؤں کی اثر انگیزی

مولانا محمد منظور نعمانی مسنون دعاؤں کی فضیلت و اہمیت سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
اس عاجز راقم سطور کا یہ دستور ہے کہ
جب کبھی پڑھے لکھے سمجھدار غیر مسلموں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا تعارف کرانے کا موقع ملتا ہے
تو آپ ﷺ کی کچھ دعائیں ان کو ضرور سناتا ہوں،
قریب قریب سو فی صدی تجربہ ہے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ آپ ﷺ کی دعاؤں سے متاثر ہوتے ہیں
اور آپ ﷺ کے کمال خداری و خدا شناسی میں ان کو شبہ نہیں رہتا۔"

(معارف الحدیث ج:۵، ص:۹۱)

کامیاب زندگی کا راز

زندگی کا راز عطا کرنے میں پنہاں ہے۔
اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی زندگی ایک کامیاب زندگی ثابت ہو تو
آپ کو اس امر سے آغاز کرنا ہو گا کہ عطا کیسے کرتے ہیں۔
بہت سے لوگ یہ سوچتے ہوئے اپنی زندگی کا آغاز کرتے ہیں کہ انہیں وصول کیسے کرنا ہے؟
وصول کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وصول کرنا ایک سمندر کی مانند ہے،
لیکن آپ کو یہ یقین دہانی کرنی چاہیے کہ
آپ دینے والے ہیں، آپ عطا کرنے والے ہیں تاکہ آپ اس عمل کو جاری و ساری رکھ سکیں۔
وصول کرنے کا انتظار ہرگز نہ کریں۔
آپ یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں نے عطا کر دیا ہے، اب اس کی باری ہے کہ وہ عطا کرے۔
(شخصی ترقی کے حصول کی نئی سائنس، ص:۳۴۳)

آپ کے اشعار

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو
انتخاب: رابعہ شعیب   شاعر: مخدوم محی الدین

ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
انتخاب: محمد عدیل، ملتان   شاعر: عبدالحمید عدم

عیش میں نام نہیں لیتا خدا کا کوئی
یاد وہ آتے ہیں جب جان پہ بنی ہوتی ہے
انتخاب: ذیشان حیدر خانیوال   شاعر: شفیق کوٹی

قبر سے تنگ ہیں قبریں کچھ عزیزوں کی مگر
اجنبی سے ہو گئے زیر زمیں آنے کے بعد
انتخاب: نوید بخش رحیم یار خان   شاعر: افتخار ہما

ظلمتوں میں لے کے عہد نور حق کی مشعلیں
ذرہ ذرہ اس زمیں کا آسماں کرتے چلو
انتخاب: محمد اجمل جھنگ   شاعر: ذکی کیفی

معرفت، روحانیت، انسانیت مل جائے گی
حلقۂ علم و عمل میں کر رہے وابستگی
انتخاب: صادق کریم کراچی   شاعر: محمد انیس

اب ہیں تعلقات کی طرحیں نئی نئی
لہجہ تمام دوستوں کا تاجرانہ سا
انتخاب: محمد اقبال ملتان   شاعر: ریاض انور

ہم سحر کے چاہنے والے اجالوں کے نقیب
تیرگی میں روشنی کی جستجو کرتے رہے
انتخاب: محمد حبیب راولپنڈی   شاعر: نثار انصار

بے چہرہ سی عالم اسلام کا امروز
پر گنبد خضریٰ تو حوالے کے لیے ہے
انتخاب: محمد سلمان کراچی   شاعر: ابوالخیر کشفی

شاعری... اقبال کی نظر میں

حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال خواہ مخواہ کی شعر بازی اور شاعر گری کے سخت مخالف تھے
۱۹۲۵ء میں اسلامیہ کالج کے کچھ طلبہ آپ کے پاس ایک مشاعرہ کی صدارت
قبول کرنے کی درخواست لے کر آئے تو آپ نے فرمایا:
"در حقیقت میں کسی مجلس کا بننا نہیں چاہتا، البتہ شعر بازی سے تمہیں روک سکتا ہوں،
اس وقت ہندوستان اور بالخصوص مسلمانوں کو شعر بازی کی ضرورت نہیں،
لوگ شعر بازی کی طرف اس لیے جلد متوجہ ہو جاتے ہیں
کہ بغیر کاوش مطالعہ اور محنت کے انہیں شہرت حاصل کرنے کی خواہش دامن گیر ہوتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ اس وقت بہت کم شاعر ہیں جن کے کلام میں بقا کا عنصر موجود ہو۔
آپ کو اس غلط روش پر ہرگز نہ چلنا چاہیے۔
ضرورت ہے نثر نگاروں کی
جو محنت اور مطالعہ کے بعد اردو زبان میں مختلف موضوعوں پر کتابیں، رسالے، تراجم لکھیں۔
اپنی قوم کو اور خود اپنے کو بہتر بنائیں۔"
(اقبالیات ماجد، ص:۳۶)

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

مئی 2016ء بمطابق شعبان المعظم 1437ھ

مرکز فہمِ دین میں ”اسلام کا نظریہ صحت و مرض“ پر کام یاب ورکشاپ، 2 ماہر لیڈی ڈاکٹرز کی سنت اور میڈیکل کی روشنی میں گفتگو، 250 خواتین کی شرکت

فطری زندگی کا دوسرا نام ”اسلام“ ہے، بڑھتی ہوئی بیماریوں کی وجہ فطری زندگی سے دوری ہے۔ شعور میں اضافے کے لیے ”ہیلتھ سروے فارم“ کو شرکاء نے بہت سراہا

مرکز فہمِ دین اس کے علاوہ ”پر سکون ازدواجی زندگی میں عورت کا کردار“ ”تقسیمِ وراثت اور ہمارا معاشرہ“ سمیت کئی اور موضوعات پر بھی کام یاب ورکشاپ کروا چکا ہے

مرکز فہمِ دین بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے تحت چلنے والا ایک تعلیمی ادارہ ہے، پاکستان کے بڑے شہروں میں اس کی چھ برانچیں بھرپور طریقے سے اپنے فرائض سر انجام دے رہی ہیں۔ یہ خواتین کی تعلیم و تربیت کا ادارہ ہے، جس کا مقصد خواتین کے دینی شعور میں اضافہ کرنا، انہیں اُن کے حقیقی حقوق کی پہچان کرا کے رہزنوں سے محفوظ بنانا اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بااعتماد اور کام یاب زندگی گزارنے کے طریقے سکھانا ہے۔ ان مراکز میں چھ سالہ عالمہ کورس اور دو سالہ دراساتِ دینیہ کورس کے ساتھ ساتھ سمر اور ونٹر کورسز نیز مختلف ورکشاپس کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ اب تک ”پر سکون ازدواجی زندگی میں عورت کا کردار“ اور ”تقسیمِ وراثت اور ہمارا معاشرہ“ سمیت کئی موضوعات پر انگلش اور اردو زبانوں میں کام یاب ورکشاپس ہو چکی ہیں، جن میں خواتین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

انہی ورکشاپس میں سے حالیہ ہونے والی ایک اہم ورکشاپ ”اسلام کا نظریہ صحت و مرض“ ہے، جس میں تقریباً 250 سے زائد خواتین نے شرکت کی۔ یہ ورکشاپ تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی، اس میں دو معروف لیڈی ڈاکٹرز نے سنت اور سائنس کی روشنی میں بچوں اور عورتوں میں بیماریوں کی بڑھتی ہوئی شرح پر گفتگو کی۔ انہوں نے بتایا کہ فطری زندگی ہی حقیقی زندگی ہے اور اسی فطری زندگی کا ہی دوسرا نام ”اسلام“ ہے، انہوں نے دلائل سے اس بات کو ثابت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے جن باتوں کو سنت کے عنوان سے پیش کیا تھا، آج کی سائنس عقل اور تجربات کی روشنی میں پوری بصیرت کے ساتھ اس کی درستی کا اعتراف کرتی ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ بچوں اور عورتوں میں بڑھتی ہوئی بیماریوں کی وجہ اسی فطری زندگی اور اسلام کی سادہ زندگی سے دوری ہی ہے۔ اس ورکشاپ کو مؤثر بنانے کے لیے اس میں خواتین سے ایک ”ہیلتھ سروے فارم“ بھی پُر کروایا گیا، جسے خواتین نے بہت سراہا، اس کے علاوہ پروجیکٹر اور سلائیڈز کی مدد سے اس ورکشاپ کو عام فہم بنانے کی بھی کوشش کی گئی تھی، جسے ناظرین نے بہت پسند کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مرکز فہمِ دین آئندہ بھی ایسی ورکشاپس کروانے کا اہتمام ضرور کرے۔

تاثرات ڈاکٹر ماریہ ‘انڈس ہسپتال

”اسلام کا نظریہ صحت و مرض“ ورکشاپ سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ آج کل جدید سائنس کا دور ہے۔ ہر کوئی مغربی تحقیق پر اندھا اعتماد کرتا ہے اور باقی ہر چیز کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس ورکشاپ میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید تحقیق کو بہت ہی بہترین انداز میں جمع کیا گیا تھا‘ جس سے دِل میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت میں بے حد اضافہ ہوا اور عمل کے ایک پختہ جذبے کے ساتھ اٹھی۔ پروگرام میں شامل کردہ مواد اور سلائیڈز سے معلومات محفوظ کرنے میں بے حد سہولت رہی اور شروع میں فراہم کیے گئے سوال نامہ نے اس پروگرام کو مزید دل چسپ بنا دیا۔ امید کرتی ہوں کہ اس طرح کے پروگرام کا دائرہ وسیع تر کیا جائے گا اور مختلف موضوعات کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

تاثرات نسرین علوی

(کچھ عرصے کے لیے امریکہ سے کراچی آئی ہوئی ہیں۔)

پچھلے دِنوں مرکز فہمِ دین کے زیرِ اہتمام ہونے والی قیمتی ورکشاپ ”اسلام کا نظریہ صحت و مرض“ میں شامل ہونے کا موقع ملا‘ جو کہ آج کے زمانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس میں روزمرہ کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا حل بڑی خوب صورتی سے قرآن و حدیث اور سائنس کے ذریعے عام فہم اور مؤثر انداز میں لوگوں تک پہنچایا گیا۔

junaid.j
47

Brighto
48